ماہنامہ محدث کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ محدث کی ابتداء انڈیا سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والا ایک رسالہ جس کا نام محدث ہی تھا اسی کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ محدث کے ہی نام سے پاکستان میں عظیم اسکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے اس کا اجراء کیا اور 1979 سے لے کر اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے۔اور محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ ماہنامہ محدث ہر صاحب علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کے لیے تلوار بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب سے بالاتر ہو کر اسلام کی ابدی تعلیمات کو فروغ دینا

دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع کرنا

قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر کے اسلامی روح کو کمزور کرنے والے عناصر کی بیخ کنی کرنا

علوم جدیدہ سے بہرہ ور کر کے انسانی افکار کو ارتقاء تک لے جانا

اتباع قرآن وسنت کی طرف والہانہ دعوت دینا

وحدت امت کو قائم رکھتے ہوئے سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار کرنا

اور

صحابہ،تابعین،محدثین اور تمام آئمہ کرام سے محبت کے جذبات کو پروان چڑھانا اس علمی وفکری مجلّے کا شعار ہے یقینی طور پر ماہنامہ محدث علمی،تحقیقی،معلوماتی اور انتہائی شائستہ زبان رکھنے والے مضامین کا ایک حسین امتزاج ہے

ماہنامہ محدث لاہور

شمارہ نمبر:246 جلد33 ر شمارہ 3

ذوالحجہ1421ھ مارچ2001ء

www.KitaboSunnat.com,www.mohaddis.com

گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

معزز قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ:20روپے زرسالانہ:200روپے بیرون ملک:20ڈالرسالانہ

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ200روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث 99جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور54700

فون نمبر:042-5866476,5866396,0321-4340803

نوٹ: برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث حاصل کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

WWW.KITABOSUNNAT.COM,WWW.MOHADDIS.COM

اہم اعلان

معزز قارئین کرام! کتاب وسنت ڈاٹ کام پر آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے مہیا کیے جانے والے تمام یونی کوڈ رسائل وجرائد چونکہ سوفٹ ویئر کی مدد سے ان پیج سے یونی کوڈ میں تبدیل کیے جاتے ہیں لہذا ان میں اغلاط کا امکان بہرحال موجود ہے۔یونی کوڈ فارمیٹ میں مہیا کرنے کا بنیادی مقصد سرچنگ میں سہولت پیدا کرنا ہے۔لہذا آپ سے التماس ہے کہ برائے مہربانی غلطیوں سے محفوظ مواد کے حصول کے لیے پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں موجود فائلز کو ڈاؤن لوڈ کیجیے۔نیز نوٹ فرمالیں کہ پی ڈی ایف (PDF) اور (Word) فائلز میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی صورت میں ہمارے نزدیک (PDF) فائلز کو ترجیح ہو گی۔

گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

معزز قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ: 20 روپے — زر سالانہ: 200 روپے — بیرون ملک: 20 ڈالر سالانہ

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں

ایڈریس: ماہنامہ محدث 99 جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

فون نمبرز: 042-5866476,5866396,0321-4340803

نوٹ: برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث آرڈر کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Mohaddis.com

magazine.mohaddis.com

فِکر و نظر

اِنسانی حقوق، اسلام اور مغرب [بیت اللہ میں خطبہ جمعہ] — شیخ صالح بن حمید — ۲

اسلام اور مغرب

اِسلامی جنگیں، دہشت گردی یا امن عالم کی ضمانت — پروفیسر محمد اقبال کیلانی — ۱۲

اسلام اور عیسائیت

مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تاریخی مہم — شیخ محمد ابراہیم حقیل — ۳۸

مقالات

اَفواهیں اور ان کے اثرات — ڈاکٹر یوسف فاروقی — ۵۵

تذکار صحابہ

حضرت ابوذرؓ غفاری رضی اللہ عنہ — مولانا محمد سلیمان کیلانیؒ — ۶۲

magazine.mohaddis.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

مترجم: محمد اسلم صدیق (رکن مجلس التحقیق الاسلامی)

انسانی حقوق، اسلام اور مغرب

مسجدِ حرام میں امامِ کعبہ کا خطابِ جمعہ

خانۂ کعبہ کے اِمام اور خطیب(۱) شیخ صالح بن عبداللہ بن حمید نے ۱۶؍محرم ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۱؍اپریل ۲۰۰۰ء کو بیت اللہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس کا موضوع تھا..... حقوق الانسان !

سب تعریفیں اس اللہ کو سزاوار ہیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا۔ اسے نک سک سے درست کیا پھر اس کے باطنی وظاہری قویٰ میں اِعتدال وتناسب ملحوظ رکھا۔ پھر جس صورت میں چاہا، اسے جوڑ کر تیار کیا۔ پھر محض پیدا کر کے اُسے چھوڑ نہیں دیا بلکہ عقل وفکر کی طاقتیں عطا فرما کر اس کے سامنے بھلائی اور برائی، نیکی اور بدی کے دونوں رستے نمایاں کر کے رکھ دیئے۔ ان میں سے بعض نے نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور نیکیوں کی جستجو کو اپنا عزم ٹھہرایا اور قربتِ الٰہی اور جنت کے حصول کو اپنا مطلوب بنایا اور بعض نے بدی اور بدبختی کی راہ اپنائی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہوئے دنیا کی لذتوں اور سامانِ عیش وطرب میں منہمک ہوگئے جس کے نتیجے میں خیر کے تمام دروازے ان کے لئے بند کر دیئے گئے۔

میں اپنے ربّ کا شکر گزار ہوں جو دانشمندی اور حکمتِ بالغہ کی حامل ذات ہے۔ سارے کام اسی کے آگے پیش ہوتے ہیں اور وہی فیاضِ حقیقی اور شفیق ذات ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ایسا اقرار جو قائل کو روزِ قیامت حساب سے چھٹکارا دلا دے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے آقا اور پیغمبر محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ ان پر نبوت کا سلسلہ تمام ہوا اور ایک نہایت باعزت کتاب ان پر نازل کی گئی۔ اللہ ان پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔ اس طرح ان کی آل اور صحابہ وتابعین پر اور ان ہستیوں پر جنہوں نے قیامت تک کے لئے آپؐ اور صحابہ وتابعین کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔

درود وسلام کے بعد! اے لوگو، میں تمہیں اور خود اپنے آپ کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ چنانچہ اللہ سے ڈرو، اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔ اپنی دنیا کی زندگی کے لئے اس طرح محنت کرو گویا تم نے یہاں

(۱) موصوف اَب محکمہ حرمین شریفین کے چیئرمین بھی بنا دیئے گئے ہیں لہٰذا اب وہ تمام ائمہ حرمین شریفین کے 'رئیس' بھی ہیں یاد رہے کہ اس سے قبل معروف امامِ کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ السبیل سالہا سال تک اِسی منصب پر فائز رہے ہیں۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

magazine.mohaddis.com

ہمیشہ رہنا ہے اور آخرت کے لئے اس طرح محنت کرو گویا تم نے کل مرجانا ہے۔ پوری لگن اور شوق سے آخرت کو اپنا مقصود بنالو۔ نافرمانی کے کاموں اور انعاماتِ خداوندی کی ناشکری سے بچو۔ جب بھی کوئی قوم کفرانِ نعمت کی مرتکب ہوئی اور پھر اس نے توبہ بھی نہ کی تو اللہ نے اس سے عزت چھین لی اور دشمن کو اس پر مسلط کردیا۔ جو آج ڈر گیا، کل کو محفوظ ہوگیا۔ بھلا جس نے قلیل کو کثیر اور فانی کو ابدی کے بدلے فروخت کردیا، اس کا سودا خسارے کا سودا کیسے ہوسکتا ہے؟۔ اور یاد رکھو! ایک دن تمہیں پوشیدہ اور ظاہری امور کی خبر رکھنے والے ربّ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو!!

اے مسلمانو! ایک عقلمند انسان اپنی فطرت سے اس مرجع الخلائق مقتدر ہستی کو پہچان سکتا ہے جو اس کے تمام معاملات کو منظّم کرتی ہے، اس کے توازن کو برقرار رکھتی ہے، اسے گمراہی کے بھنور سے نکالتی ہے، اس کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے، اس کے دین، جان و مال اور عزت و آبرو کے تمام گوشوں کو ایک منظّم اور مرتب اَنداز میں امن مہیا کرتی ہے۔

یہ تمام حقوق اور عالمگیر اَمن کا مرجع اللہ تعالیٰ کی کا دین ہے جس پر اس نے تمام انسانوں کی تخلیق فرمائی اور ان حقوق کا اِطلاق زندگی کے ہر شعبہ پر ہوگا۔ خواہ اس کا تعلق انسانی زندگی سے ہو، عدل وانصاف سے ہو یا آزادی سے۔ ہر انسان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی جان، مال، عزت و آبرو اور اپنے عقائد کی حفاظت کرے کیونکہ تمام انسان اپنی ماں کے شکم سے آزاد پیدا ہوئے ہیں اور یہ تمام حقوق انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں۔

یہ انسانی حقوق نہ تو درآمد (Import) کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی اپنی عقل سے فرض کئے جاسکتے ہیں۔ یہ خود بخود اُبھرتے اور جنم لیتے ہیں۔ وہ انسانی معاشرہ سے پھوٹتے ہیں اور ان کی بنیاد وہ دین ہے جسے اللہ نے انسانیت کے لئے پسند فرمایا۔ اے مسلمانو! حکمران اور رعایا کے درمیان معاہدہ کی رو سے بنیادی ستون جن پر اِن حقوق کی عمارت استوار ہے، دو ہیں: ریاست اور عوام۔ اگر اس حقیقت کو سمجھ لیا جائے تو پھر یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور انسانی حقوق کے علمبرداروں اور اس کے حامیوں کی مخالفت کرے گا۔ اگر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنا جرم ہے تو یقیناً انسانی حقوق کی تعریف، ان کے تعین اور ان حقوق کی تفصیل میں متردّد ہونا بہت بڑا جرم ہے۔ اور پھر انسانی حقوق کے نام پر اپنے سیاسی اور معاشی مفادات کے حصول کے لئے بے حیائی کے کلچر کو فروغ دینا اس سے بھی زیادہ المناک اور وحشت ناک ہے۔

جو شخص اپنے آپ کا احترام کرتا ہے وہ یقیناً کھلے دل سے اور غیر مشروط طور پر حقوق انسانی کی بھی

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تائید کرے گا بشرطیکہ وہ حقوق ایک واضح نظامِ حیات کے اُصولوں سے متصادم نہ ہوں۔ آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان ہر ذمہ داری اور جواب دہی سے آزاد ہوجائے۔ آزادئ اظہار کے نام پر دشنام طرازی اور ہرزہ سرائی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کیا حریتِ فکر کا یہ مطلب ہے کہ انسان کفر کا ارتکاب کرے اور تخریب کاری کا گھناؤنا فعل انجام دے۔ نقل وحمل کی آزادی کا مطلب قطعاً نہیں کہ دوسرے ممالک پر تسلط جما لیا جائے ہاں البتہ جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی کی طرف سے حقوقِ انسانی کی پامالی اور بے حرمتی ہو تو اس کا محاسبہ کیا جائے اور اس کو مکمل سزا دی جائے۔ لیکن اس دوران مختلف قوموں کے دینی اور اعتقادی فرق کو ملحوظِ خاطر رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے کے نظریات کا جائزہ لینے کے لئے بالکل غیر جانبداری سے کام لیا جائے۔ جہاں ہر ایک کو سوال کرنے اور وضاحت طلب کرنے کا حق حاصل ہے تو وہاں پوچھے جانے والے کو بھی اپنے نظریات کی وضاحت کرنے کا پورا پورا موقع ملنا چاہئے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ بعض این جی اوز اسلام میں انسانی حقوق کے ایشو کا اِدراک کرنے اور اسلامی معاشروں کی خصوصیات کو سمجھنے میں ناکام رہی ہیں، لیکن ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان کا اسلام کی حقیقت اور اس کے اَحکام کو نہ سمجھنا اور اسلامی تشریحات کو سننے کا اپنے اندر حوصلہ نہ پانا ان کو یہ حق دے دیتا ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی صورت کو مسخ کرکے پیش کریں اور اس کے مبادیات کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنائیں۔ ہم مکمل وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی اصول و اَقدار ہی وہ منفرد اُصول وقوانین ہیں جو انسان کی ترقی اور اس کی عظمت اور حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں۔

اسلامی تہذیب اس لحاظ سے خصوصیت کی حامل ہے کہ یہ تہذیب اپنے اصول وتشریحات اور اپنے نظریاتی اور ثقافتی ڈھانچے کے لحاظ سے دوسری تہذیبوں سے بالکل مختلف ہے اور اہل اسلام کو باقی لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلام ہی ایسا دین ہے جس نے مسلمانوں کی شخصیت کو ایک عمدہ قالب میں ڈھالا، کیونکہ اس کی بنیاد وحی الٰہی ''اللہ کی کتاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت'' ہے۔

متجددین کا یہ دعویٰ نہایت افسوسناک ہے کہ وحی الٰہی آج کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کرسکتی۔ یہ لوگ دین اور دنیا کی جدائی کا راگ الاپ رہے ہیں۔ ان کی تنظیمیں دین وسیاست کی تفریق کی دعوت دے رہی ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ دین کو دنیاوی زندگی سے کوئی سروکار نہیں۔ جبکہ اس کے مقابل اسلام، دین اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کو ہی اوّلین اور اہم ترین مقصد قرار دیتا ہے۔ اسلام کی رو سے دین ہی اولین ضرورت بلکہ تمام حقوق کا سرچشمہ ہے۔ اسی سے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسلمانوں کے ہاں اخلاقی ضابطے اور معاشرتی اخلاق کی قدریں جنم لیتی ہیں۔

اسی طرح ایک مسلمان معاشرہ کے لئے اس کے تمام حقوق وفرائض اور باہمی تعلقات میں شریعت کے اُصول اور اس کی نصوص ہی تشریعی نظام کا درجہ رکھتی ہیں۔

اے لوگو! اگر تم ہمارے مذہب کی کوئی مثال لینا چاہتے ہو تو صرف قرآنِ مجید میں مذکور قصہ تکریم انسان پر ہی غور کرلو جہاں اللہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ انسان کو پیدا کرے گا پھر اسے اس زمین کا خلیفہ بنائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا دین شرفِ آدمیت اور نوعِ انسانی کی عظمت وتکریم کا علمبردار ہے۔ اور یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ انسانی غلطیوں اور کوتاہیوں کے نتیجے میں شرفِ آدمیت کی پامالی کا اسلام کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ جب معزز فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یہ مخلوق جس کی پوری تاریخ گناہوں سے لبریز ہوگی، کیا اس مقام کی مستحق ہے کہ اس کو پیدا کرکے خلافت کے منصب پر سرفراز کر دیا جائے تو معلوم ہے، اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا تھا، قرآن کی آیت پڑھئے:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الأَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّىْ أَعْلَمُ مَا لَاتَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:۳۰)

''پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے ربّ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ زمین پر کسی ایسے کو پیدا کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خون ریزیاں کرے گا۔ آپ کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔''

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ نوعِ انسانی واقعی شرف وتکریم اور منصبِ خلافت کے لائق ہے اور چند اَفراد یا چند گروہوں کا راہِ راست سے بھٹک جانا اس بات کا باعث نہیں ہوسکتا کہ آدم کی باقی اولاد کو شرفِ آدمیت کے اس مرتبہ سے معزول کردیا جائے جو انہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (الاسراء:۷۰)

''یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی اور خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔''

اس طرح صرف ہمارا دین ہی نوعِ انسانی کی راہنمائی کرتا اور اس کے لئے زندگی کا لائحہ عمل متعین کرتا ہے۔ اور قافلہ انسانیت نے یقیناً اپنا راستہ بنانا شروع کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی زمین کی خلافت عطا فرمائی تاکہ وہ اسے آباد کرے، اس کی اِصلاح اور تعمیر کرے۔ چنانچہ فرمایا:

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

﴿هُوَالَّذِیْ أَنْشَأَکُمْ مِنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَیْهِ إِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ﴾ (ہود:٦١)

''وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پیدا کیا اور پھر اسی میں تمہیں بسا دیا، پس تمہیں چاہئے کہ اسی سے بخشش مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو، یقین کرو، میرا پروردگار (ہر ایک کے) قریب ہے اور (ہر ایک کی) دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔''

اس لئے مسلمان مکمل عزم اور وثوق سے یہ کہتے ہیں کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے وسیع پیمانے پر اور کامل ترین صورت میں انسانی حقوق کے اُصولوں کا تعین کیا۔ وہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے انسانی حقوق کے یہ اصول دوسری قوموں کو سکھائے (ایکسپورٹ کئے) اور اس سلسلے میں دوسری قوموں نے مسلمانوں کے ہی خوانِ کرم سے زلہ ربائی کی، گویا انسانی حقوق کا سارے کا سارا سرمایہ اور سرچشمہ اسلام ہے۔ لیکن ستم یہ کہ یہی حقوق آج ہمیں سکھائے (امپورٹ کئے) جارہے ہیں۔ گویا وہ ایک نئی انسانی دریافت ہے اور اس سے پہلے ہم ان حقوق سے واقف نہیں تھے۔

انہیں کون بتائے کہ یہ بات جو تم اب کر رہے ہو کوئی نئی اور انوکھی نہیں بلکہ تم تو جگالی کر رہے ہو، یہ سب کچھ صدیوں پہلے ہو چکا ہے۔ ہماری اور ان مغربیوں اور مغرب زدگان کی مثال بارش کے اس پانی کی سی ہے جو آسمان سے اترتا ہے پھر زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔ پھر عرصہ کے بعد ایک اُبلتے ہوئے جاری چشمہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے حقائق و اثرات جوان کی نظروں سے اوجھل تھے، اب پوری آب وتاب سے ان پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

اسی طرح اہل اسلام برملا کہتے ہیں کہ انسانی حقوق کی حقیقی اور یقینی ضمانت اور انہیں بطریق احسن کارگاہِ عمل میں لانے کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ کے بندوں کے فیصلے اللہ کی شریعت کے مطابق کئے جائیں اور تمام اسلامی معاشرے، تمام ممالک اور اَفراد اسلام سے وابستہ ہوجائیں۔ اس کا مطلب تن پروری اور انسانی حقوق کو اپنی ذات تک محدود کرنا نہیں بلکہ مقصد انسانی تہذیب کے لئے نفع رساں وِرثہ اور مفید معلومات کی راہیں کھولنا ہے۔

آپ خود غور فرمائیے کہ اَقوامِ متحدہ کی طرف سے انسانی حقوق کے معاہدہ کا جو عالمی چارٹر شائع ہوا، اگرچہ اس میں بہت سے مثبت پہلو بھی ہیں لیکن پچاس برس سے زیادہ عرصہ بیت جانے کے باوجود عادلانہ طریقے سے انہیں نافذ نہیں کیا جاسکا اور نہ وہ مختلف علاقوں میں اقوامِ عالم پر ہونے والے مظالم اور زیادتیوں کو روک سکا ہے۔ اور ان مظالم کا سب سے زیادہ شکار مسلمان ہوئے۔ اس لئے انسانی حقوق کے اس چارٹر پر نظرثانی کی ضرورت ہے جس میں نہ مختلف دینی اور ثقافتی خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا ہے اور نہ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

انسانی معاشروں کے لئے صحیح عرفِ عام کو پیش نگاہ رکھا گیا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اس چارٹر پر نظرثانی اور اس کی تشکیل نو کی متقاضی ہیں تاکہ اسے تمام اَقوام کی تمناؤں کے مطابق اوران کے عقائد صحیحہ اور مسلماتِ دینیہ سے ہم آہنگ کیا جاسکے۔ اسی صورت میں ہی عدل وحریت اور بھائی چارہ کے بنیادی اُصولوں کو نافذ کیا اور کارگاہِ عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

وہ حقوق جن کی پامالی پر ہم زیادہ پریشان ہیں اور انسانیت کا ایک جم غفیر ان سے محروم ہے، وہ حقوق ہیں جن کے بغیر انسانی وجود برقرار نہیں رہ سکتا ہے۔ انہی حقوق کی طرف انبیاء اور مصلحین نے دعوت دی اوران کے قیام کی خاطر جہاد کیا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کروڑوں انسانوں کو خدا کا انکار کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے اورانہیں ایسی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے جو مذہب سے نفرت وحقارت کا جذبہ پیدا کرتی اور ان کے اسلاف اور ایسی رسومات کی شدید توہین کرتی ہے جنہیں مذہبی تقدس حاصل ہے۔ آج تمام دنیا استعمار کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ وہ جہاں معاشی وسائل اور خوراک کو لوٹ رہا ہے، وہاں وہ قوموں کے عقائد پر بھی ڈاکہ ڈال رہا ہے، ان کے افکار کو زہر آلود کررہا ہے اورانہیں ان کے ایمان سے گمراہ اور مقاصد سے ہٹانے میں کوشاں ہے۔ یقیناً آج دنیا انسانی حقوق کے ایسے منشور کی طرف دیکھ رہی ہے جہاں عقل سلیم وحی الٰہی سے ہم آہنگ ہو۔ جب اس قسم کا منشور نافذ کردیا گیا تو یقیناً دنیا اس کا خیر مقدم کرے گی۔

انسانی حقوق کی علمبردار بین الاقوامی اور ملکی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ اپنے دعوؤں اور رویوں پر نظرثانی کریں۔ خاص طور پر مذہب اور ربّ کے ساتھ انسان کا فطری تعلق اور اس تعلق کے نتیجے میں اطاعت وفرمانبرداری اور ربّ العالمین کے سامنے جھکنے کا جو جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کے بارے میں انہیں اپنے موقف پر ضرور نظرثانی کرنی چاہئے۔

جب انسانی معاشروں سے دینی راہنمائی ناپید ہوجاتی ہے تو ان کی زندگی کی ساری رونقیں ختم ہوجاتی ہیں اورحیاتِ بشری جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں برآمد ہونے والے خطرناک نتائج بھی ان این جی اوز کے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ این جی اوز کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان انسانی دکھوں کو بھی شمار کریں جو دین سے مادر پدر آزادی کی صورت میں جنم لیتے ہیں۔ لاکھوں انسانی جانیں نیست و نابود کرنے والی اجتماعی قتل کی مثالیں کیا انہیں اپنے رویوں کو بدلنے کی دعوت نہیں دیتیں۔ بلقان میں جو خون کی ندیاں اور نہریں بہائی گئیں پھر قوقاز میں بہائی گئیں اور اب مقبوضہ فلسطین، جنوبی لبنان، مقبوضہ کشمیر، برما اور فلپائن میں ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا جارہا ہے، آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟..... کیا یہ ان

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے نزدیک انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرہ میں نہیں آتا!!

عورتوں اور بچوں کی خرید وفروخت کے المناک واقعات کی آخر ہم کیا تعبیر کریں گے۔ کیا یہ انسانی حقوق میں سے ہے کہ عالمی معیشت کا دارومدار جسم فروشی، جرائم اور نشہ آور اشیا پر ہو۔ کیا زناکاری وبدکاری کی مختلف صورتیں انسانیت کی توہین نہیں؟ شکم مادر میں کروڑوں بچوں کا اِسقاط کیوں انسانی حقوق کی پامالی شمار نہیں ہوتا؟؟ .....آزادی کے نام پر لڑکیوں کو اِباحیت کی قربان گاہ پر چڑھایا جارہا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے ایک تہائی حرامی ہیں۔ تہذیبِ جدید کے ثنا خواں لوگو! بتاؤ اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ اَخلاق کی دیواریں ڈھے چکیں، بے حیائی کا عفریت ہر طرف دندنا رہا ہے۔ جنسی تسکین کے لئے لواطت جیسے جرم کو جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی تنظیمیں اور جماعتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں اور ان تنظیموں کی سرگرمیوں کو تحفظ دینے کی خاطر قانون سازی کی جارہی ہے۔ ایسے قوانین بنائے جارہے ہیں جو قوانین الٰہی اور قوانین فطرت کے سراسر خلاف ہیں۔ حتیٰ کہ مردانہ ہم جنس پرستی (Gay) اور خواتین ہم جنس پرستی (Lesbian) کو بھی قانونی جواز مہیا کردیا گیا۔ قومِ لوط اسی غیر فطری رویہ کی وجہ سے عبرتناک انجام سے دوچار ہوئی

﴿وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ﴾ (الشعراء:۱۶۶)

''اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا جوڑا بنایا ہے، ان کو چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم ہو ہی حد سے گزرنے والے۔''

اللہ کا فضل ہے کہ مسلمان اپنے دین کے سبب اس بے روک ٹوک جنسی آزادی اور حیا باختگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرنے سے محفوظ رہے۔ وہ اپنے ربّ کی شریعت کو نافذ کرتے ہیں جس کے عدل وانصاف سے وہ آشنا ہیں۔ شریعت تمام اَفراد کے حقوق کی ضامن ہے۔ اس نے اسلامی معاشرہ کو بے دینی اور انتشار وخلفشار سے بچایا اور مناسب اہتمام سے بچوں کی تربیت کی اور مضبوط اور خالص سماجی تعلقات میں امن عامہ کے تحفظ اور ایک خوشگوار زندگی فراہم کرنے کیلئے تعزیر اور حدود پر مبنی قوانین کو متعارف کروایا۔

ہم قطعاً اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ یہ تنظیمیں اپنی کم فہمی اور مغالطہ آمیز تشریحات کے ذریعے اللہ کے دین، اس کے اَحکام اور اسلامی معاشرہ کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کریں۔ اور ہمیں یہ بھی گوارا نہیں کہ یہ لوگ حقوقِ انسانی کے پروپیگنڈے کے ذریعے اسلامی اَقدار اور شرعی اَحکام کو ہدفِ تنقید بنائیں۔

حقوق انسانی کا ٹھیکیدار مغرب اس مسئلے کو ہر قوم اور ملک کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کر رہا ہے۔ جہاں اس کے سیاسی یا معاشی مفادات خطرے میں ہوں وہاں یہ حقوقِ انسانی کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ غریب ممالک کو اسی بنیاد پر اِمداد دی جاتی ہے۔ گویا یہ ان کا دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں ناجائز

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مداخلت کا ایک وسیع دروازہ ہے۔ اور اس طرح انہیں قوموں کے مذاہب وعقائد اور جائز رسم ورواج پر ہاتھ ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔ اور یہ سارا گھناؤنا کھیل حقوقِ انسانی کے نام پر کھیلا جارہا ہے۔

بدقسمتی سے انسانی حقوق کا ایشو یورپین ممالک کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن چکا ہے جسے وہ بعض ممالک سے اپنے مخصوص مطالبات منوانے اور اپنے اقتصادی اور سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے بطورِ ہتھیار کے استعمال کر رہے ہیں۔ بعض ممالک کو تو انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے متہم کیا جاتا ہے لیکن خطہ فلسطین ہو یا وادیٔ کشمیر، چیچنیا کے پہاڑ ہوں یا بوسنیا کا برف پوش علاقہ وہاں مغرب کا ایک نیا چہرہ سامنے آتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ نہایت بھونڈی سیاسی دہشت گردی ہے جسے یہ لوگ اپنے سیاسی اور اقتصادی مقاصد کے حصول کے لئے بعض بااثر ممالک کے ذریعے پھیلا رہے ہیں۔ یقیناً یہ شریعتِ اسلامیہ اور اس کے اَحکام کو مٹانے کے لئے ایک خفیہ حملہ ہے۔

اہل اسلام یہ اعلان کرتے ہیں کہ صرف وہی دنیا کے سامنے انسانی حقوق کا حقیقی چارٹر اور صحیح نقشہ پیش کرسکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ چارٹر اور نقشہ انسانی حقوق کے ڈھنڈورچیوں کو خوش نہیں کرسکے گا۔ یقیناً آپ کو تعجب اور حیرانگی ہوگی کہ یہ لوگ ایک ایسے مجرم کے حق میں تو چیختے اور واویلا کرتے ہیں جس پر اللہ کا قانونِ 'قصاص' نافذ کیا جارہا ہو، اس لئے کہ اس نے ایک جان کو ناحق قتل کیا یا اس نے اللہ کی زمین میں فساد پھیلایا یا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی ہے۔ لیکن جب ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بے بس، بے گناہ اور کمزور مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے تہ تیغ کیا جاتا ہے، ان پر آتش و آہن کی بارش کی جاتی ہے، ان کے گھروں کو منہدم کیا جاتا ہے، انہیں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا جاتا ہے، ان کے بچوں اور عورتوں کو جلا وطن کیا جاتا ہے تو مہذب دنیا خاموشی سے یہ تماشا دیکھتی ہے اور کلمہ حق اور دلی ہمدردی کا ایک لفظ بھی ان کی زبان پر نہیں آتا۔ اس کی تازہ ترین مثال آگ میں جلتا اور خون میں تڑپتا ہوا چیچنیا ہے۔ گویا ان نہتے مسلمانوں پر جو ستم ڈھائے جارہے ہیں اور وہاں جن جرائم کا ارتکاب ہورہا ہے وہ جرائم ان لوگوں کی ڈکشنری میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ان کے نزدیک ان ممالک کا اندرونی معاملہ ہے۔ لیکن افسوس کہ حقوقِ انسانی کے نام پر دوسرے ممالک کے اقتدارِ اعلیٰ کی بے حرمتی کرتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔

اے لوگو! بتاؤ، اَخلاق کے بغیر انسان کی کیا قدر و قیمت ہے؟ جب اپنی ذمہ داری ہی ادا نہ کی جائے تو ایسی آزادی کا کیا مطلب؟ جب فرائض پورے نہ کئے جائیں تو مطالبہ حقوق کا کیا معنی!!؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ، وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الأَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُمَمْنُوْنٍ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ أَلَيْسَ اللّٰه بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾

''قسم ہے انجیر اور زیتون اور طور سینا اور اس پر امن شہر (مکہ) کی، ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر اسے ہم نے سب نیچوں سے نیچا کردیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے!!''

اے لوگو! انسانی حقوق کا یہ واویلا ظاہری طور پر اور اَلفاظ کی حد تک نہایت خوبصورت، دلکش ہے اور یہ نعرہ بڑا دلفریب اور اس کی چمک بڑی مسحور کن ہے لیکن قوموں کے لئے اس کا نتیجہ انتہائی ہولناک ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد مغرب کا دوہرا معیار اور اس کی منافقانہ پالیسیاں ہیں۔

وائے افسوس! کہ انسانی حقوق کا واویلا صرف وقتی نعرے ہیں جو (مغرب کی) خواہشات و مقاصد کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اور یہ نعرے زمان و مکان اور حالات کے تابع ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ قوموں کی دینی اور ثقافتی خصوصیات اور صحیح رسوم و رواج اور صالح روایات کا لحاظ کیا جائے۔

سعودی عرب کی حکومت، دین اسلام پر کاربند ہونے، شریعت کو نافذ کرنے اور فکری، معاشرتی اور اخلاقی امتیاز کے لحاظ سے اِسلامی خصوصیات کا عمدہ نمونہ ہے۔ سعودی مملکت میں مکہ مکرمہ، اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر خانۂ کعبہ، مدینہ منورہ اور مسجدِ نبوی جیسے مسلمانوں کے مقدس مقامات پر مشتمل ہے۔ بلاد الحرمین ہی اسلام کا مرکز اس کا سرچشمہ اور مقامِ بعثت ہے جہاں اسلام کی سب سے پہلی جماعت وجود میں آئی، جسے لوگوں کی قیادت کا فرض سونپا گیا کہ وہ ان کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے!!

مملکتِ سعودی عرب زندگی کے تمام معاملات میں اللہ کے دین کی پابند اور اس کی شریعت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ خواہ کوئی حاکم ہے یا افسر، ہر کوئی زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت کا پابند ہے اور شریعت کا یہ التزام اسلام کی خصوصیت کو مکمل طور پر نمایاں کرتا ہے۔ حکومتِ سعودیہ بین الاقوامی کانفرنسوں میں اور ہر مناسب موقع پر اسلام کی اسی عظمت کا اظہار کرتی ہے۔ اور بلادِ حرمین کو ایک ایسا نمونہ ہونے کا شرف حاصل ہے کہ عالم اسلام اور دیگر ممالک کے درمیان بین الاقوامی تعلقات کے سلسلے میں دنیا کی نظریں اسی کی طرف اُٹھتی ہیں۔

اس کا بنیادی اسلامی نظام صراحت کرتا ہے کہ یہ مملکت شریعتِ اسلامیہ کے مطابق حقوقِ انسانی کا تحفظ کرتی ہے۔ اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ یہ نظام جن حقوقِ انسانی کو معین کرتا ہے، ان کی خصوصیت

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یہ ہے کہ ان کی بنیاد شریعت کے وہ مسلمہ قواعد اور دین کے وہ اَحکام ہیں جن کے مفاہیم نہایت واضح اور آثار نہایت روشن ہیں۔ وہ محض نعرے یا ایسے کمزور اصول نہیں جن میں خالی دعوؤں کے سوا کچھ نہ ہو۔ ان تمام حقوق کے پیش نظر یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس خطہ کے باشندے رسالت کے پاسبان ہیں اور آسمانی تعلیم کے حامل ہیں جسے وہ تمام معاملات میں فیصلہ کن مانتے ہیں۔ جو چیز اس آسمانی تعلیم کے موافق ہو خواہ وہ باہر سے درآمد کی گئی ہو، وہ ان کے نزدیک یقیناً حق ہے اور جو چیز اس کے مخالف ہو، وہ باطل ہے خواہ وہ ہمارے ہاں طے شدہ رواج ہی کے مطابق کیوں نہ ہو۔

ایک سینئر سعودی اہلکار نے فیصلہ کن بات کہی ہے کہ ''اگر یہ تنظیمیں کتاب اللہ، سنت رسول اور خلفاءِ راشدین اور تابعین کے طریقہ کے مطابق شریعت کو نافذ کرنے کے سلسلے میں ہم سے جھگڑا اور بحث و مباحثہ کریں تو یہ ان کا حق ہے۔ لیکن اگر وہ اسلام کو بطورِ عقیدہ اور شریعت کے ہدفِ تنقید بناتی ہیں تو ہم ان کے اس قسم کے اعتراضات کو ٹھکراتے ہیں اور کلی طور پر اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ہم اسلام کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے اور اسلام کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔ ہم اور ہماری آنے والی نسلیں اللہ کے حکم سے قیامت تک کے لئے اسلام کے مطابق زندگی گزاریں گے، خواہ کسیکو پسند ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ اسلام ہی ہماری عزت وعظمت کا ضامن ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسلام کی رسی کو پوری قوت سے پکڑے رکھیں۔''

اب ان تنظیموں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے موقف کو واضح کریں۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا شرعی حدود کا نفاذ حقوقِ انسانی کے خلاف ہے؟ کیا معاشرے کے امن وامان کے تحفظ کے لئے تعزیراتِ شرعیہ کا نفاذ انسانی حقوق کے منافی ہے؟ کیا مجرم پر رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دینا اور مظلوم کو اس کے حق سے محروم کردینا انسانی حقوق کے زمرہ میں آتا ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ وطن (سعودی عرب) ان کا حقیقی ہدف نہیں بلکہ اس وطن کا نظام اور عقیدہ، ان تنظیموں کا ٹارگٹ ہے۔

لہٰذا ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے عقیدے اور شریعت کے بارے میں بحث ومباحثہ اور گفتگو کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ یہ وہ دین ہے جسے اللہ نے ہمارے لئے پسند فرمایا۔ اور ہم نے خوش دلی سے اسے قبول کیا۔ ہم اللہ کے شکرگزار اور ثنا خواں ہیں کہ اس نے ہمارے لئے ایسے دین پسند فرمایا۔

میں دوبارہ کہوں گا کہ ہم راضی ہیں، اللہ کے ربّ ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی اور رسولؐ ہونے پر۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ہادی اور ناصر ہے اور اسی پر ہی ہمارا توکل اور بھروسا ہے!!

(شعبۂ ترجمہ مجلس التحقیق الاسلامی / محمد اسلم صدیق)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اسلام اور مغرب

محمد اقبال کیلانی، الریاض
مؤلف سلسلہ کتبِ تفہیم السنہ

اسلامی جنگیں ، دہشت گردی یا امن عالم کی ضمانت!؟

اللہ کی راہ میں مقدس جنگ 'جہاد فی سبیل اللہ' کا ایک حصہ ہے کیونکہ 'جہاد' غلبہ اسلام کے لئے 'مقابلے کی محنت' کو کہتے ہیں خواہ وہ علمی ہو، بدنی یا مالی۔ جہاد فی سبیل اللہ شریعت کی ایک جامع مانع اصطلاح ہے لیکن کچھ ہماری کم فہمی اور کچھ غیروں کی سازشوں سے اس کا مفہوم اتنا بگڑا کہ جہاد کو صرف جنگی کارروائیوں کے لئے ہی بولا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف نبی اکرم ﷺ کی پوری مکی زندگی تنظیم و جہاد سے خالی قرار پائی حالانکہ مکی سورتوں میں جابجا جہاد کا ذکر ہے تو دوسری طرف مسلمان کا انفرادی جھگڑا بھی 'جہاد' سمجھا جانے لگا جبکہ اسلام کی رو سے ایسا نہیں کیونکہ اگر ڈکیتی کے دوران کوئی مسلمان اپنے جان و مال یا عزت کی حفاظت میں مارا جائے تو وہ 'شہید' تو ہوگا لیکن اصطلاح میں اسے 'جہاد' نہیں کہتے۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد اگر ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ وغیرہ کی انفرادی کارروائیوں کو 'جہاد فی سبیل اللہ' کا نام دیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان سے کیوں لاتعلق رہے؟ یہی وجہ ہے کہ علماءِ دین ان کارروائیوں کو 'جہاد' کے بجائے مشاغبۃ (جھگڑا) کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں.....غرض 'جہاد' افراط و تفریط سے پاک اسلامی اجتماعیت کا ایک اہم نظام ہے جسے جمہوریت یا آمریت کے بالمقابل پیش کر کے دورِ حاضر میں اسلام کے مثبت امتیازی رویے اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

زیرِ نظر مقالے میں محترم پروفیسر صاحب نے جبر و تشدد کے بالمقابل اگرچہ اسلامی جنگوں کا اعلیٰ مقصد اور امن کا پہلو اجاگر کرنے کی قابل تعریف کاوش فرمائی ہے لیکن وہ بھی عوامی رو سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات کی تشریح میں تقریباً ہر جگہ 'قتال' یا 'جہاد' کو مترادف ہی قرار دیئے چلے جا رہے ہیں حالانکہ باریک بین محدثین اور فقہاء نے جہاد و قتال کو علیحدہ علیحدہ ابواب میں تقسیم کیا ہے مثلاً امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کی پہلی جلد میں کتاب الجہاد کے تحت احادیث جمع کی ہیں تو دوسری جلد میں مسلمانوں کے قتال کے لئے كتاب المغازي کا مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

اس نکتہ کی وضاحت اس لئے بھی ضروری ہے کہ افغانستان میں طالبان کے خلاف بغاوت ہو یا سعودی حکومت کے خلاف بیت اللہ پر مسلح قبضہ کی کارروائی، ہر جگہ اسے بلا دریغ جہاد فی سبیل اللہ ہی نہ سمجھ لیا جائے تاکہ دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمان حکمرانوں کی کمزوریوں کے باوجود ہر جگہ نوجوانوں کی کسی خاص ردعمل کے تحت مشتعل ہو کر مسلح کارروائیوں کی غیر مشروط حوصلہ افزائی نہ ہو۔ اس طرح جہاد یا اِرہاب (دہشت گردی) میں فرق کرنا مشکل ہو رہا ہے اور غیروں کو بھی اسلامی اصطلاحات کی غلط توجیہات کی صورت اسلام کو بدنام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

علاوہ ازیں مسلمانوں کی حریت و آزادی کی تحریکوں کی غیر مشروط حمایت کے لئے 'جہاد فی سبیل اللہ' کا نعرہ اس وقت بڑی تکلیف دہ صورت اختیار کر لیتا ہے جب آزاد ہونے والے علاقوں میں بے پناہ قربانیوں کے باوجود اسلام کی بجائے جمہوریت یا فسطائیت کے لادینی نظام ہی نافذ ہوتے ہیں۔ کاش اہل علم و قلم جوشیلے نعروں کے بجائے اپنی سنجیدہ تحریروں میں اسلامی تعلیمات کے مثبت پہلو بھی اجاگر کریں تاکہ مسلمان عوام میں بھیڑ چال کا مزاج تبدیل ہو سکے۔ (محدث)

کتاب و سنت میں جہاد فی سبیل اللہ کی زبردست ترغیب کے بعد قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی حرب و جنگ میں یوں بے دریغ مرنے اور مارنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ مذہبی تعصب یا مذہبی جنون کا نتیجہ ہے یا ہوسِ دولت

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

magazine.mohaddis.com

اور ہوسِ ملک گیری کا نتیجہ ہے یا محض دہشت گردی اور فساد فی الارض برپا کرنا اس کا مقصد ہے؟ جہاد کے حوالے سے یہ سوال بڑا اہم ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں ہم اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے.....تاریخ انسانی میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئی ہیں ان کے پیچھے دوسرے محرکات کے علاوہ دو بڑے محرکات یہ رہے ہیں :

۱۔ ہوسِ دولت اور ہوسِ ملک گیری ۲۔ مذہبی جبر

ہم باری باری ان دونوں محرکات کا تجزیہ کرکے یہ دیکھیں گے کہ ان میں سے کون سا جذبہ محرکہ جہادِ اسلامی کے پیچھے کارفرما ہے۔

(۱) ہوسِ دولت اور ہوسِ ملک گیری

ہمارے سامنے اس صدی کی دو عظیم جنگوں کی تاریخ موجود ہے، ان دونوں جنگوں میں فریقین کے اَغراض ومقاصد درج ذیل تھے۔ جنگِ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے اَغراض ومقاصد:

۱۔ ۱۸۷۰ء میں جرمنی نے زبردستی فرانس کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔

۲۔ جرمنی کی بڑھتی ہوئی تجارتی اور صنعتی ترقی روکنے کے لئے برطانیہ ان بحری تجارتی راستوں پر اپنا قبضہ کرنا چاہتا تھا جن پر جرمنی قابض تھا جبکہ جرمنی ان بحری تجارتی راستوں کو بھی اپنے قبضہ میں لینا چاہتا تھا جو برطانیہ کے قبضہ میں تھے۔

۳۔ ۱۹۰۷ء میں روس اور فرانس نے برطانیہ سے ترکی اور جزیرہ نمائے بلقان میں اپنی تجارت بڑھانے کے لئے معاہدہ کیا جبکہ جرمنی اور آسٹریلیا نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے جزیرہ نمائے بلقان پر قبضہ کرنے کا معاہدہ کیا۔

جنگِ عظیم اوّل کے یہ تین بنیادی اسباب تھے۔ تینوں ہی ہوس ملک گیری، ہوس دولت اور وسعتِ تجارت کے جذبہ سے معمور ہیں.....اب ایک نظر جنگِ عظیم دوم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) کے اغراض ومقاصد پر ڈالئے جو کہ درج ذیل تھے :

۱۔ جرمنی نے ۱۹۳۸ء میں آسٹریا پر اور ۱۹۳۹ء میں چیکوسلواکیہ پر زبردستی قبضہ کرلیا۔

۲۔ اٹلی پہلی جنگِ عظیم کا فاتح تھا جسے شکوہ تھا کہ اسے فتح کے کماحقہ ثمرات نہیں ملے چنانچہ اس نے ۱۹۳۶ء میں ایتھوپیا پر زبردستی قبضہ کرلیا۔

۳۔ ۱۹۳۹ء میں جاپان نے چین کے ایک صوبہ پر زبردستی قبضہ کرلیا۔

۴۔ ۱۹۳۹ء میں سوویت یونین اور جرمنی نے ایک خفیہ معاہدے کے ذریعہ پولینڈ کے حصے بخرے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کر کے آپس میں بانٹ لئے، بعد میں عدم اعتماد کی وجہ سے سوویت یونین نے فن لینڈ پر قبضہ کرلیا۔

یہ تھے وہ ارفع واعلیٰ مقاصد جن کی وجہ سے پوری دنیا دوسری مرتبہ تباہی اور ہلاکت سے دوچار ہوئی

ایک نظر عہد حاضر کی دو بڑی جنگوں کے اَسباب وعلل پر بھی ڈالتے چلئے۔ افغانستان کے پہاڑوں، میدانوں اور وادیوں پر مسلسل دس سال تک آگ اور بارود برسانے والے سوویت یونین کا مقصد صرف یہ تھا کہ کم وبیش آدھی دنیا پر پھیلی ہوئی اپنی عظیم سلطنت کو وسعت دے کر بحر ہند کے گرم پانیوں تک پہنچ کر بین الاقوامی بحری تجارتی شاہراہوں پر اپنا قبضہ جما سکے۔

ہمارے عہد کی دوسری ہلاکت خیز جنگ 'جنگِ خلیج' ہے جس کے بارے میں اب کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی کہ یہ ڈرامہ بڑی فنکاری سے صرف عربوں کی دولت ہتھیانے کے لئے سٹیج کیا گیا تھا۔ عرب گیس اینڈ پٹرول انسٹیٹیوٹ کی اطلاع کے مطابق اس جنگ میں اسلحہ خریدنے پر عربوں کی جو رقم خرچ ہوئی وہ پٹرول کی سالانہ آمدنی سے دس گنا زیادہ ہے۔ خبر کے مطابق اس جنگ کی وجہ سے مجموعی طور پر پٹرول برآمد کرنے والے ممالک کو سات سو بلین ڈالر سالانہ کا نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ (ماہنامہ 'صراطِ مستقیم' برمنگھم، جلد ۱۶ شمارہ ۶، ۱۹۹۵ء)..... یہ ہیں اقوامِ عالم کی جنگوں کے وہ جلیل وعظیم مقاصد جن کے لئے کرۂ ارضی کے انسانوں کو بار بار آگ اور خون میں نہلایا گیا۔

آیئے اب ایک نظر اسلامی تعلیمات پر ڈالیں اور دیکھیں کہ جلبِ زر، حصولِ غنائم اور وسعت تجارت کی خاطر اسلام قِتال کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟

زمانہ جاہلیت میں غنائم کا حصول اور جلبِ زر قتل وغارت کا ایک بہت بڑا محرک تھا لیکن اسلام نے مسلمانوں کو ایسی تعلیم دی جس سے غنائم کے بارے میں ان کی سوچ یکسر بدل گئی۔ ایک آدمی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور ساتھ دنیا کا مال بھی حاصل کرنا چاہتا ہے (اس کے لئے کتنا ثواب ہے؟)'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لئے کوئی اجروثواب نہیں'' (ابوداود)..... ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی راہ میں جنگ کی لیکن اس کی نیت اونٹ باندھنے کی ایک رسی حاصل کرنے کی تھی تو اسے وہی چیز ملے گی جو اس کی نیت تھی (یعنی وہ اجروثواب سے قطعاً محروم رہے گا)'' (نسائی)..... ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جہاد کے بعد مالِ غنیمت حاصل کرتا ہے وہ آخرت میں ایک تہائی ثواب حاصل کرے گا اور جو مالِ غنیمت نہیں پاتا وہ سارا اجر آخرت میں پائے گا'' (نسائی)..... اس تعلیم نے زمانہ جاہلیت کی سوچ کو مکمل طور پر بدل دیا۔ ایک اَعرابی جہاد میں شریک ہوا، جہاد کے آخر میں مالِ غنیمت سے اس کا حصہ نکالا گیا تو اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کردیا کہ میں جہاد میں مال حاصل کرنے کے لئے شریک نہیں ہوا بلکہ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس لئے شریک ہوا کہ تیر آ کر میرے حلق میں لگتا اور میں شہید ہوجاتا'' (نسائی) .....غزوۂ بدر میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں صحابہ کرامؓ میں اختلاف پیدا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (سورۂ انفال:۱)

''لوگ تم سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہو: یہ مال تو اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہے''

چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرامؓ کے تمام اختلافات ختم ہوگئے اور رسولِ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ (مسند احمد)

اسلامی تعلیمات کے بعد اب چند مثالیں پیغمبر اسلامؐ کی حیاتِ طیبہ سے ملاحظہ فرمائیں:

☆ ۷ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو مسلمانوں کو ان کی جائیدادوں، ان کے اَموال، ان کے کاروبار سے محروم کرنے والے درندہ صفت مجرم لوگ فاتح کے سامنے دست بستہ حاضر تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو انہیں ان کی جائیدادوں اور ان کے اَموال سے اسی طرح محروم کر سکتے تھے جس طرح انہوں نے مسلمانوں کو کیا تھا لیکن تاریخ انسانی میں حسن عمل اور عظمتِ کردار کی ایسی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ صحابہ کرامؓ نے کفار کی جائیدادوں اور اَموال کو چھوڑ اپنی چھینی ہوئی جائیدادوں اور اَموال کی واپسی کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مال اور جائیدادیں اللہ کے لئے چھوڑ چکے ہو، انہیں واپس نہ لو'' (غزواتِ مقدس از محمد عنایت اللہ وارثی، ص ۳۵)

صحابہ کرامؓ نے پیغمبر اسلام ﷺ کے اس منفرد اور تابناک فرمان کے سامنے فوراً سرِ تسلیم خم کردیا۔ کیا لوٹ مار کرنے، غنائم حاصل کرنے، دوسروں کی تجارت پر قبضہ کرنے، دولت سمیٹنے والے جاہ پسند اور اقتدار پرست فاتحین کا طرزِ عمل ایسا ہی ہوتا ہے؟

☆ سقوطِ مکہ کے بعد حنین فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں اور ۶ ہزار کلو گرام چاندی حاصل ہوئی، اسیرانِ جنگ کی تعداد ۶ ہزار تھی۔ اموالِ غنیمت تقسیم کرنے سے قبل رسول اکرم ﷺ نے پورے دو ہفتہ انتظار فرمایا تاکہ اگر کوئی وفد تائب ہو کر گفت وشنید کے لئے آئے تو تمام اَموالِ غنیمت واپس کردیئے جائیں جب کوئی وفد نہ آیا تو آپ ﷺ نے سارے اَموال لشکر اسلام میں اس طرح تقسیم فرمائے کہ صرف اپنی چادر باقی رہ گئی۔ اس کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد کے برابر مویشی ہوتے تو میں انہیں بھی تمہارے درمیان تقسیم کردیتا اور تم مجھے ایسا کرتے ہوئے نہ بخیل پاتے، نہ بزدل، نہ جھوٹا۔''

کوئی ذی ہوش آدمی یہ تصور کرسکتا ہے کہ تاریخ عالم میں ایسی زرّیں مثالیں پیش کرنے والا فاتح جس مذہب کی تعلیم لے کر آیا ہے وہ حصولِ غنائم کے لئے، دولتِ دنیا سمیٹنے کے لئے، جلبِ زر کیلئے اور دوسروں

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے وسائل معیشت وتجارت پر قبضہ کرنے کیلئے قتال اورخون ریزی کی اجازت دے سکتا؟ ہرگز نہیں!!

(۲) مذہبی جبر

خون ریزی اور جنگ وجدل کا دوسرا بڑا جذبہ محرکہ مذہبی جبر رہا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۵۲۳ء میں یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے عیسائیوں کے مرکز نجران پر حملہ کیا تاکہ وہاں سے عیسائیت کا خاتمہ کرکے لوگوں کو یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ عیسائیوں نے یہودیت اختیار کرنے سے انکار کردیا تو ذونواس نے حاکم نجران 'حارثہ' کو قتل کردیا۔ اس کی بیوی 'رومہ' کے سامنے اس کی دو بیٹیوں کو قتل کیا اور ماں کو بیٹیوں کا خون پینے پر مجبور کیا۔ بعد میں 'رومہ' کو بھی قتل کردیا۔ بشپ پال کی ہڈیاں قبر سے نکال کر جلائیں، گڑھے کھود کر ان میں آگ جلوائی جن میں عورتوں، مردوں، بچوں، بوڑھوں سب کو پھینکوا دیا۔ مجموعی طور پر ۲۰ ہزار سے ۴۰ ہزار تک زندہ انسانوں کو آگ میں جلا دیا، اس واقعہ کا تذکرہ قرآنِ مجید سورۂ بروج میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (آیت ۸)

''اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس اللہ پر ایمان لائے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے'' (تفہیم القرآن: جلد ششم، سورۂ بروج، حاشیہ ۴)

۳۰۳ء میں شہنشاہ روم ڈریوکلیٹیان نے اپنی مملکت سے عیسائیت ختم کرنے کے لئے حکم جاری کیا کہ تمام کلیسا مسمار کردیئے جائیں۔ انجیلیں جلا دی جائیں، کلیساؤں کے اَوقاف ضبط کرلئے جائیں، جو شخص مسیحی مذہب پر اصرار کرے، اسے قتل کردیا جائے۔ اس حکم کے باوجود جن عیسائیوں نے عیسائیت ترک کرنے سے انکار کیا، ان کے بدن زخمی کرکے ان پر سرکہ اور نمک ڈالا جاتا، بعد میں ان کی بوٹی بوٹی کاٹی جاتی۔ بعض اوقات ان کو عبادت گاہوں میں بند کرکے آگ لگا دی جاتی، زیادہ لطف اٹھانے کے لئے ایک ایک عیسائی کو پکڑ کر دہکتے ہوئے اَنگاروں پر لٹا دیا جاتا یا لوہے کے کانٹے اس کے بدن میں بھونکے جاتے۔ (الجہاد فی الاسلام از ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ص ۴۴۸)

۱۴۹۲ء میں سپین سے مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی تو صرف آٹھ برسوں کی قلیل مدت میں وہاں کی عیسائی حکومت نے مسلمانوں سے اِسلام چھڑانے کی مہم شروع کردی۔ سپین کے ساڑھے تین لاکھ سرکردہ مسلمانوں کو ایک مذہبی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ عدالت نے ۲۸ ہزار ۵ سو ۴۰ مسلمانوں کو موت کی سزا سنائی اور بارہ ہزار مسلمانوں کو زندہ جلانے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی سینکڑوں لائبریریاں جن میں لاکھوں کتابیں تھیں، نذرِ آتش کردیں۔ بالآخر ۱۶۱۰ء میں تمام مسلمانوں کو ترکِ وطن کا حکم دے دیا گیا۔ ڈیڑھ لاکھ عربوں کا ایک قافلہ بندرگاہ کی طرف جارہا تھا کہ بلیڈا نامی ایک پادری نے غنڈوں کو ساتھ ملا کر قافلہ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پر حملہ کردیا اور ایک لاکھ مسلمان قتل کرڈالے، اس کے بعد مسلمانوں کے گھروں، گلیوں اور بازاروں میں قاتلانہ حملے شروع ہوگئے حتیٰ کہ ۱۶۳۰ء تک ایک بھی مسلمان سپین میں باقی نہ رہا۔ (یورپ پر اسلام کے احسان از ڈاکٹر غلام جیلانی برق: ص ۸۷، ۸۸)

مارچ ۱۹۹۲ء میں بوسنیا ہرزگووینا کے شہریوں نے ایک ریفرنڈم میں ۹۹.۴ فیصد کثرت سے آزادی کی حمایت میں ووٹ دیئے جس کے نتیجہ میں بوسنوی مسلمانوں نے اپنی آزاد ریاست کا اعلان کردیا۔ اعلانِ آزادی کے دن سے لے کر آج کے دن تک مسلمانوں پر جو قیامت خیز مظالم ڈھائے جارہے ہیں، اس کی وجہ اس مذہبی جبر کے علاوہ اور کیا ہے کہ یورپی عیسائی برادری اپنے درمیان کسی آزاد مسلمان ریاست کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

مذکورہ مثالوں میں خون ریزی، غارت گری، درندگی اور سفاکی کا جذبہ محرکہ صرف مذہبی جبر ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ گھناؤنا اور مکروہ کردار ان اَقوام کا ہے جنہوں نے یہ پروپیگنڈہ کرتے کرتے زمین و آسمان کے قلابے ملا رکھے ہیں کہ ''اِسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، مسلمان دہشت گرد اور ڈاکو ہیں''[1] یہ پروپیگنڈہ اس قدر فنکاری اور عیاری سے کیا گیا ہے کہ ان کی اپنی خونخوار اور مکروہ تصویر اس پروپیگنڈے کے پیچھے چھپ گئی ہے۔ لیکن کیا حقیقت بھی ایسی ہی ہے؟ آیئے حقائق کی روشنی میں اس پروپیگنڈہ کا جائزہ لیں:

دعوت اور اشاعتِ اسلام کے بارے میں قرآنِ حکیم نے مسلمانوں کو جو بنیادی اَحکام دیئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں'' (البقرۃ:۲۵۶) یعنی کسی کو دین منوانے کے لئے شریعتِ اسلامیہ میں زبردستی یا جبر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ اَنصار کے ایک قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ایک آدمی کے دو لڑکے عیسائی تھے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۔ سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾
''جس کا جی چاہے ایمان لائے، جس کا جی چاہے انکار کردے'' (آیت ۲۹)

آیتِ کریمہ کا مطلب بالکل واضح ہے کہ اسلام میں زبردستی دین منوانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں

(۱) چند سال قبل امریکہ کے یہودی ایمرسن نے ایک فلم 'جہاد اِن امریکہ' بنائی جس میں مسلمانوں کو ڈاکو اور دہشت گرد دکھایا گیا ہے۔ (ہفت روزہ 'تکبیر' ۴ مئی ۱۹۹۵ء)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دیا۔ ہر آدمی کو مکمل اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو اِسلام قبول کرے، جو چاہے نہ کرے۔ اگر دین زبردستی منوانا مقصود ہوتا تو پھر جزا اور سزا کا مقصد ہی ختم ہوجاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اس مضمون کی بے شمار آیات ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: (۴۳:۱۹)، (۷۶:۲۹)، (۸۰:۱۲)، (۸۱:۲۷۔۲۸)

۳۔ رسولِ اکرم ﷺ کو دورانِ دعوت جن حالات سے سابقہ پیش آرہا تھا، ان سے بعض اوقات آپ ﷺ پریشان ہوجاتے کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بار بار یہ وضاحت ارشاد فرمائی ﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ﴾ ''اگر لوگ روگردانی کریں تو تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے'' (سورۂ آلِ عمران: ۲۰) یعنی اگر لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے۔ زبردستی منوانا نہیں۔ اس مضمون کی دوسری آیات میں سے چند ایک یہ ہیں (۵:۹۹)' (۱۶:۳۵)' (۴۲:۴۸)' (۸۸:۲۱،۲۲)

جہاد کے اَحکام دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''کافروں سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں''[۲] (سورۂ توبہ: ۲۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ کافروں سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ مسلمان ہوجائیں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جب کافر جزیہ ادا کرنے پر راضی ہوجائیں تو جنگ بند کردو۔ جزیہ کا قانون بذاتِ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام زبردستی کسی کو مسلمان نہیں بنانا چاہتا۔ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ''کافروں سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۳) یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ کافروں سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک وہ مسلمان نہیں ہوجاتے بلکہ مطلوب یہ ہے کہ دین اسلام کو غالب اور نافذ کرنے میں دشمنانِ اسلام کی کھڑی کی ہوئی رکاوٹیں دور ہوجائیں۔

قرآنی احکام کے بعد سنتِ مطہرہ کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ غزوۂ بدر میں کافروں کے ۷۰ آدمی قید ہوئے جنہیں رہا کرنے کے لئے دو شرطیں مقرر کی گئیں پہلی یہ کہ فدیہ اَدا کیا جائے۔ دوسری یہ کہ جو فدیہ نہ دے سکے وہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ چند آدمیوں کو رسولِ اکرم ﷺ نے غیر مشروط طور پر بطورِ احسان بھی رہا فرمایا۔ اگر زبردستی

(۲) جزیہ سے مراد وہ ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت غیر مسلموں سے وصول کرتی ہے جس کے بدلے میں اسلامی حکومت ان کے جان ومال کی حفاظت کرتی ہے۔ جزیہ ادا کرنے والے غیر مسلموں کو اس بات کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ اسلامی حکومت کے قوانین کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے عقیدہ اور مذہب پر عمل کرتے رہیں لیکن انہیں اپنے عقیدہ اور مذہب کی اشاعت کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اسلام منوانا مطلوب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے یہی شرط مقرر فرماتے کہ جو شخص مسلمان ہوجائے، اسے رہا کردیا جائے گا، لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔

۲۔ غزوۂ بنونضیر میں یہودیوں پر مکمل غلبہ حاصل کرنے کے بعد از راہِ عفو وکرم ان کی جان بخشی کی اور پورے امن اور سلامتی کے ساتھ انہیں مدینہ منورہ سے نکلنے کا راستہ بھی دیا۔ اگر آپ تلوار کے زور سے اسلام منوانا چاہتے تو اس سے بہتر موقع اور کون سا تھا.....؟

۳۔ سقوطِ مکہ کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا، آپ ﷺ کا جاری کردہ فرمان تاریخ کے اَوراق میں سنہری حروف سے ثبت ہے: ''جو ہتھیار ڈال دے، اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو حرم میں داخل ہوجائے، اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو اپنے گھر کے اندر بیٹھا رہے، اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے، اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے لے، اسے قتل نہ کیا جائے'' کیا آپ ﷺ اپنے فرمانِ مبارک میں ان الفاظ کا اضافہ نہیں فرما سکتے تھے ''جو اسلام لے آئے، اسے قتل نہ کیا جائے!'' یقیناً ایسا ممکن تھا، لیکن تلوار کے زور سے اسلام منوانا چونکہ اسلام کے ارفع واعلیٰ اصولوں کے خلاف تھا، لہٰذا آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

۴۔ حضرت عمرؓ کا غلام 'اسبق' عیسائی تھا۔ حضرت عمرؓ اسے اسلام کی دعوت دیتے تو وہ انکار کردیتا تو آپ فرماتے ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ یعنی دین منوانے میں زبردستی نہیں ہے۔ (ابن کثیر)

حقیقت یہ ہے کہ اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام ﷺ کا طرزِ عمل اس قدر وسیع النظری اور عالی ظرفی پر مبنی ہے کہ تنگ نظر اور متعصّب دشمنانِ اسلام اس کا تصور تک نہیں کرسکتے۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوچکی ہے کہ جہاں اقوامِ عالم کی جنگوں کے سب سے بڑے مقاصد میں سے اولاً حصولِ دولت/ جلبِ زر، کمزور اقوام کے وسائل معیشت وتجارت پر قبضہ کرنا اور ثانیاً مذہبی جبر سرفہرست ہیں، وہاں جہادِ اسلامی کے مقاصد کو ان دونوں چیزوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس وضاحت کے بعد یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ جہادِ اسلامی کے مقاصد ہیں کیا.....؟ ذیل میں ہم جہادِ اسلامی کے اغراض ومقاصد تحریر کررہے ہیں تاکہ اقوامِ عالم کی جنگوں کے مقاصد کا جہادِ اسلامی کے مقاصد سے تقابل کیا جاسکے:

جہاد اسلامی کے مقاصد

جہاد اسلامی کے اہم ترین مقاصد درج ذیل ہیں:

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۱۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ﴾

''(قتال کی) اجازت دے دی گئی، ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے'' (سورۂ حج: ۳۹)

قرآنِ مجید کی یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ اجازت دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بیان فرما دی ہے کہ چونکہ مسلمانوں پر مسلسل تیرہ سال تک بے پناہ ظلم وستم ڈھائے گئے، لہٰذا اب انہیں اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی ظلم کرنے والوں کے خلاف جنگ کریں۔

جہاد کی اجازت دینے کے بعد دوسری آیت جس میں مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا گیا اور جس کے بعد جنگِ بدر پیش آئی، اس آیت کا مضمون بھی قابل غور ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ، وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾ (۲:۱۹۰،۱۹۱)

''تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ ہو اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے جہاد کے حکم کی وجہ واضح طور پر بیان فرما دی ہے چونکہ کفار نے تمہارے ساتھیوں کو قتل کیا ہے، تمہیں تمہارے گھر بار اور جائیدادوں سے نکال دیا ہے لہٰذا اب ان سے جنگ کرو۔ دونوں آیتوں کو سامنے رکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب مسلمانوں پر ظلم وستم کیا جارہا ہو ان کے گھر بار چھینے جارہے ہوں، ان کو ان کی جائیدادوں سے بے دخل کیا جارہا ہو، انہیں قتل کیا جارہا ہو تو ایسے ظالموں، قاتلوں اور مفسدوں کے خلاف جنگ کرنی چاہئے اور اگر کفار مسلمانوں کو ان کی سرزمین سے نکال دیں یا ان سے اِقتدار چھین لیں تو مسلمانوں کو بھی طاقت حاصل ہونے پر کفار کو وہاں سے نکال دینا چاہئے اور ان سے اقتدار واپس لینا چاہئے۔

ہجرت کے بعد مکہ میں رہائش پذیر مسلمانوں پر کفارِ مکہ کا ظلم وستم بدستور جاری رہا تو ان کی فریاد وفغاں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ (سورۂ نساء: ۷۵)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا فرما دے''

یعنی جن مسلمانوں پر ظلم وستم ہو رہا ہے، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں بستے ہوں ان کو ظلم وستم سے نجات دلانے کے لئے دوسرے تمام مسلمانوں کو جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہونا چاہئے۔

تینوں آیات میں جو اہم اور مشترک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ظلم وتشدد، خون ریزی اور دہشت گردی کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، خواہ ظالم طاقت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ پس جہاد کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد دنیا سے ظلم وتشدد، جارحیت، خون ریزی، غارت گری، دہشت گردی اور بدامنی کا مکمل طور پر استیصال اور خاتمہ کرنا ہے۔

۲۔ سورۂ انفال میں جن لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کا ایک جرم درج ذیل آیت میں بتایا گیا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ﴾

''جن لوگوں نے حق ماننے سے انکار کیا ہے، وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لئے خرچ کر رہے ہیں اور ابھی اور خرچ کرتے رہیں گے مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے لئے پچھتاوے کا سبب بنیں گی پھر وہ مغلوب ہوں گے'' (سورۂ انفال: ۳۶)

یعنی جرم یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ (دین اسلام) پر آنے سے روکتے ہیں۔ اسی طرح سورۂ توبہ میں اللہ نے جن مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا ہے، ان کا جرم یہ بتایا گیا ہے:

﴿اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِہٖ اِنَّھُمْ سَاءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

''ان مشرکوں نے اللہ کی آیتوں کو بہت کم قیمت پر فروخت کیا ہے اور لوگوں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکا ہے، بہت ہی برا کام ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں'' (سورۂ توبہ: ۹)

دونوں آیتوں میں اللہ کی راہ سے روکنے والوں کے خلاف مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی راہ سے روکنے کے تین مفہوم ہیں اور تینوں صورتوں میں جہاد کا حکم ہے:

اوّلاً: مسلمانوں کو دین اسلام پر چلنے سے زبردستی روکا جائے، ان کے لئے مشکلات پیدا کی جائیں اور ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں۔

ثانیاً: جو لوگ مسلمان بننا چاہیں، انہیں زبردستی مسلمان بننے سے روکا جائے۔

ثالثاً: مسلمانوں کو زبردستی مرتد بنایا جائے یہ تمام صورتیں اللہ کی راہ سے روکنے کی ہیں، ایسا کرنے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

والوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں مذہبی جبر ختم کرنا اسلامی عقائد اور نظریات کی نشوونما اور ارتقاء میں رکاوٹ بننے والی باطل قوتوں کا قلع قمع کرنا نیز بحیثیتِ مسلمان اپنے قومی وجود اور قومی یکجہتی کی حفاظت کرنا بھی جہادِ اسلامی کے مقاصد میں شامل ہے۔

۳۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی جہاد کا مقصد بھی بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَاتِلُوْا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَابِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَايَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوْا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾

''جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخرت میں ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام قرار نہیں دیتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور زیر دست بن کر رہیں'' (سورۂ توبہ:۲۹)

مذکورہ آیت سے دو باتیں بالکل واضح ہیں:

- دین حق کو غالب کرنے کے لئے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم ہے۔
- غیر مسلموں کو بزورِ تلوار مسلمان بنانا مطلوب نہیں بلکہ اسلام کو غالب کرنے میں ان کی فعال تخریبی قوتوں کا قلع قمع کرنا مطلوب ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں بھی ارشاد فرمائی ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ (سورۂ بقرہ:۱۹۳)

''کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہوجائے''

اس آیت میں دین اسلام کو غالب کرنے کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ ارشادِ مبارک ہے کہ دین کو غالب کرنے کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کا فتنہ جب تک ختم نہ ہوجائے، اس وقت تک جنگ کرتے رہو۔

یاد رہے کہ دین اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید ہے جس کے مطابق اس دنیا کا خالق، مالک، رازق، معبود، آقا اور شہنشاہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے، باقی ساری مخلوق اس کے عاجز بندے اور دست بستہ غلام ہیں جو اس کے آگے جوابدہ ہیں لہٰذا کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود لوگوں کا آقا بن جائے اور دوسروں کو اپنا غلام بنا کر ان پر ظلم وستم کرنے لگے، کسی پیشوا کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود بندوں کا معبود بن کر ان سے اپنی پوجا کروانے لگے، کسی دولت مند کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود بندوں کا رازق بن کر ان کو

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ذلیل و رسوا کرنے لگے، کسی طاقتور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود بندوں کا مالک بن جائے اور ان کی عزتوں سے کھیلنے لگے، کسی حاکم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ لوگوں کا شہنشاہ بن جائے اور رعایا کے حقوق پامال کرنے لگے گویا بنیادی طور پر دین اسلام امن، سلامتی، مساوات، عدل و انصاف اور اُخوت کا مذہب ہے اور ظلم و زیادتی، جبر وتشدد، بدامنی و دہشت گردی، خون ریزی اور غارت گری کا شدید دشمن ہے لہٰذا دین اسلام کو غالب کرنے کا مطلب اَمن و سلامتی، عدل و انصاف، مساوات اور اُخوت کا قیام اور ظلم و زیادتی جبر وتشدد، بدامنی، دہشت گردی، خون ریزی اور غارت گری کا خاتمہ اور استیصال ہے۔

بعض دیگر جنگی اُمور کا تقابلی جائزہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لئے اس نے مسلمانوں کو زندگی کے ہر معاملہ میں ہدایات دی ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں بھی مسلمانوں کو ایسے قواعد وضوابط کا پابند بنایا گیا ہے جو کہ

اولاً: قیامت تک کے لئے نافذ العمل ہیں۔

ثانیاً: ان قواعد وضوابط میں کسی بڑی سے بڑی اتھارٹی کو تغیر وتبدل کا اختیار نہیں۔

ثالثاً: ان قواعد وضوابط کا ہر وہ شخص پابند ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے۔ اگر کوئی فاتح یا سپہ سالار ان قواعد وضوابط پر دورانِ جہاد عمل نہیں کرتا تو شریعت کی نگاہ میں وہ قانون شکن اور مجرم ہے جس کی اللہ کے ہاں قیامت کے روز باز پرس ہوگی۔ اس کے مقابلہ میں مغربی اَقوام کے بارے میں یہ حقائق تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں کہ :

اولاً: سترہویں صدی کے ابتدا تک مغربی اَقوام کے ہاں قانونِ جنگ نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ (۳)

ثانیاً: مغربی اَقوام کے وضع کردہ قوانین جنگ ان کے اپنے مفادات کے تابع ہی وضع کئے گئے ہیں جن میں حسبِ ضرورت نہ صرف تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے بلکہ قانون بنانے والے جب چاہتے ہیں، اپنے ہی قانون کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔ (۴)

ثالثاً: ان قوانین کی پابندی صرف وہ اَقوام کرتی ہیں جو باقاعدہ اس معاہدہ میں شریک ہوتی ہیں، دیگر

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، الجہاد فی الاسلام: باب ہفتم 'جنگ تہذیب جدید میں'

(۴) پہلی مرتبہ ۱۸۶۸ء میں جنیوا اور دوسری مرتبہ ۱۸۷۴ء میں بروسلز کانفرنس میں یورپ کی مہذب ترین حکومتوں میں یہ طے پایا کہ جنگ میں آتش گیر مادّہ اور زہریلی گیس استعمال نہیں کی جائے گی۔ لیکن جنگِ عظیم دوم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) میں ہٹلر نے ساٹھ لاکھ انسان گیس چیمبروں کے ذریعے ہلاک کرکے اس قانون کے پرخچے اُڑا دیئے۔

اگست ۱۸۶۴ء میں یورپ کی تمام حکومتوں نے ایک سمجھوتے پر دستخط کئے جس کے مطابق فوجی ہسپتالوں کا عملہ غیر جانبدار قرار دیا گیا اور بیماروں، زخمیوں کے علاج میں مزاحمت کو ناجائز قرار دیا گیا لیکن جنگِ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں فریقین نے ایک دوسرے کے ہسپتالی جہاز بڑی دیدہ دلیری سے غرق کرکے اس قانون کی دھجیاں اُڑا دیں۔

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اَقوام ان قوانین کی پابندی سے آزاد ہوتی ہیں۔

اسلامی جنگیں اور غیر مسلموں کی جنگوں کا تقابلی مطالعہ

جہادِ اسلامی کے قواعد وضوابط اور دنیاوی جنگوں کے خود ساختہ قوانین میں اس بنیادی فرق کی وضاحت کے بعد ہم جہادِ اسلامی اور اقوامِ مغرب کی جنگوں کے بعض اُمور کا تقابلی جائزہ پیش کر رہے ہیں جو ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں مدد دے گا کہ تاریخ کی میزانِ عدل میں خون ریزی، غارت گری، دہشت گردی، درندگی، سفاکی اور بربریت اَقوامِ مغرب کی جنگوں کے پلڑے میں ہے یا جہادِ اسلامی کے پلڑے میں؟

ا۔ آدابِ قتال

رسولِ اکرم ﷺ نے دورانِ جہاد مختلف مواقع پر جو ہدایات ارشاد فرمائیں، وہ یہ ہیں:

دورانِ جہاد دشمن کے مقتولین کا مثلہ نہ کرنا (بخاری) .....دشمن کی اَملاک میں لوٹ مار نہ کرنا (ابوداود)..... دشمن کو اَذیت دے کر قتل نہ کرنا (ابوداود)..... زیردست دشمن کو آگ میں نہ جلانا (بخاری).....دشمن کو امان دینے کے بعد قتل نہ کرنا (ابن ماجہ).....دشمن کو دھوکہ سے قتل نہ کرنا (ابوداود)

جنگِ موتہ کے لئے لشکر اسلام کو روانہ کرتے ہوئے درج ذیل ہدایات دیں:

''بدعہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی بچے بوڑھے اور درویش کو قتل نہ کرنا، کھجور یا کوئی دوسرا درخت نہ کاٹنا، کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا'' (رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری: ۲/۲۷۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لشکر اسامہؓ کو روانہ فرماتے ہوئے درج ذیل ہدایات دیں: (موطأ مالکؒ)

''خیانت نہ کرنا، مال نہ چھپانا، بے وفائی نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، ہرے بھرے اور پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، کھانے کے علاوہ جانوروں کو بے کار ذبح نہ کرنا''

ایک فوجی مہم میں حضرت خالد بن ولیدؓ سے غلط فہمی میں کچھ لوگ مارے گئے۔ رسول اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری الذمہ ہوں'' (بخاری) بعد میں رسول اکرم ﷺ نے مقتولین کی دیت اور ان کے نقصانات کا معاوضہ ادا فرمایا۔

جنگِ بدر سے چند یوم پہلے حضرت حذیفہؓ اپنے والدِ محترم کے ساتھ مکہ مکرمی سے ہجرت کر کے مدینہ آ رہے تھے، کافروں نے روک لیا اور اس وعدہ پر مدینہ جانے کی اجازت دی کہ اگر جنگ ہوئی تو تم اس میں حصہ نہیں لو گے۔ حضرت حذیفہؓ نے وعدہ کرلیا اور مدینہ پہنچ کر نبی اکرم ﷺ کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ جنگ کا موقع آیا تو حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! اب ہم کیا کریں؟'' رسولِ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم قریش سے کئے گئے معاہدے کو پورا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے'' چنانچہ حضرت حذیفہؓ خواہش کے باوجود جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ (حیاتِ صحابہ کے درخشاں پہلو: حصہ دوم، ص ۱۳۷)

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی ان اعلیٰ وارفع تعلیمات اور ذاتی حسن عمل نے عہد شکنی، دھوکہ دہی، خون ریزی، وحشت بربریت، درندگی اور خونخواری کی حامل جنگوں کا اصولاً خاتمہ کرکے جنگ کو ایک مقدس مشن کا مقام دے دیا اور یہ مقدس مشن 'جہاد فی سبیل اللہ' مسلمانوں کے لئے اسی طرح کی ایک عبادت بنا دیا گیا جیسی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ عبادت ہیں۔

جنگِ اُحد میں دشمنوں نے رسولِ اکرم ﷺ کا ایک نچلا دانت مبارک توڑ دیا، ہونٹ زخمی ہوگیا، خود کی دو کڑیاں چہرے کے اندر دھنس گئیں اور چہرۂ اقدس خون آلود ہوگیا۔ میدانِ اُحد آپ ﷺ کے جاں نثار ساتھیوں کی لاشوں سے اَٹا پڑا تھا، لاشوں کا مثلہ کیا گیا تھا۔ میدانِ جنگ کا یہ نقشہ دیکھ کر کسی بھی فوج کے سپہ سالار کی جو ذہنی کیفیت ہوسکتی ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ چنانچہ لمحہ بھر کے لئے انسانی جذبات غالب آ گئے اور فرمایا: ''اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کردیا'' لیکن فوراً مقدس مشن کے علمبردار رحمۃ للعالمینؐ، محسن اِنسانیت ﷺ نے اپنی بددعا کو اِس دعا کے ساتھ بدل دیا ''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ جانتی نہیں'' (الرحیق المختوم: ص ۴۲۱)

مخلوقِ خدا کے رحم وکرم کی یہ بارش، بنی نوع انسان کے لئے عفو ودرگزر کا یہ فیضان اور اپنے قاتلوں اور جانی دشمنوں کے لئے ہدایت اور نیکی کی یہ دعائیں اس بات کا واضح اعلان ہیں کہ مطلوب انسانوں کی ہلاکت اور بربادی نہیں بلکہ ہدایت اور فلاح ہے۔ سیرتِ طیبہ کا یہ پہلو عظمتِ کردار کی ایسی رِفعتوں اور بلندیوں کا حامل ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مصلحین اور فاتحین پیغمبر اسلام ﷺ کی اس شانِ کریمی کے آگے اوندھے منہ پڑے نظر آتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ بنی نوع انسان پر پیغمبر اسلام کا یہ وہ احسانِ عظیم ہے جس کے بار سے بنی نوع انسان تا قیامت سبکدوش نہیں ہوسکتی۔

اسلام نے یہ پاکیزہ اور اعلیٰ واَرفع تعلیمات اس وقت دیں جب اپنے وقت کی مہذب ترین اقوام .....روم وایران .....جنگوں میں وحشی جانوروں سے برتر وحشت کا مظاہرہ کررہی تھیں۔

۵۴۰ء میں نوشیروان نے شام پر چڑھائی کی تو اس کے دارالحکومت انطاکیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، باشندوں کا قتل عام کیا، عمارتوں کو مسمار کیا، جب اس سے بھی تسکین نہ ہوئی تو شہر میں آگ لگوا دی۔ (الجہاد فی الاسلام: ص ۲۱۲)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے جب بیت المقدس پر قبضہ کیا تو مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ ہر طرف ان کے ہاتھ اور پاؤں کے انبار لگ گئے، کچھ آگ میں زندہ پھینکے جا رہے تھے، کچھ فصیل سے کود کر ہلاک ہو رہے تھے اور گلیوں میں ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے ہیکل میں دس ہزار مسلمانوں نے پناہ لی تھی، عیسائیوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ (یورپ پر اسلام کے احسان: ص۸۲)

آج کے مہذب ترین یورپ کا حال عہدِ قدیم کے وحشی یورپ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ مارچ ۱۹۹۲ء میں بوسنیا کے مسلمان شہریوں نے ریفرنڈم کے ذریعہ آزادی کا فیصلہ کیا تو متعصّب سرب عیسائیوں نے بوسنوی مسلمانوں پر جو ظلم وستم کئے، وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ مسلمانوں کے سینوں پر خنجروں سے صلیب کے نشان بنائے گئے، بچوں کو ذبح کر کے ماں باپ کو ان کا خون پینے پر مجبور کیا گیا۔ حاملہ خواتین کے پیٹ چاک کر کے معصوم بچے نکال کر ذبح کئے گئے۔ کم سن نوجوان اور بوڑھی خواتین کی آبروریزی کر کے انہیں قتل کیا گیا۔ مسلمان قیدیوں کے جسموں سے اس طرح خون نکالا گیا کہ وہ سسک سسک کر موت کے منہ میں چلے گئے۔ زندہ انسانوں کے جسموں سے خنجروں کے ساتھ کھال اُتاری گئی۔ بستیوں کی بستیاں اور دیہاتوں کے دیہات نذرِ آتش کئے گئے۔ پناہ گزین زندہ جلا دیئے گئے، لاشوں کا مثلہ کیا گیا، سر کاٹ کر سڑکوں پر فٹ بال کی طرح روندے گئے۔ (۵)

قدیم اور جدید وحشی یورپ کے یہ واقعات کسی تبصرہ کے محتاج نہیں۔ یہ واقعات پڑھ کر کسی بھی ذی ہوش انسان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ دورانِ جنگ احترامِ آدمیت، امن، سلامتی، نیکی، احسان، رحمدلی، خدا ترسی اور شرافت کس پلڑے میں ہے اور ظلم، بربریت، دہشت گردی، شقاوت اور درندگی کس پلڑے میں ہے.....؟؟

۲۔ غیر مقاتلین سے سلوک

جنگ میں کسی بھی صورت میں حصہ نہ لینے والے اَفراد مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی اور معذور لوگ یا گوشہ نشین درویش وغیرہ کو اسلام نے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ رسولِ رحمتؐ کا ارشادِ مبارک ہے ''عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو'' (بخاری).....ایک دوسری حدیث میں ارشاد مبارک ہے ''عورتوں اور مزدوروں کو قتل نہ کرو'' (ابوداود).....ایک جنگ میں کچھ لوگ جمع تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے استفسار پر بتایا گیا کہ ایک عورت کی لاش پر لوگ جمع ہیں'' آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا: ''عورت تو قتال نہیں کر رہی

(۵) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مجلّہ 'الدعوۃ' لاہور: اگست ۱۹۹۲ء، فروری ۱۹۹۳ء.....ہفت روزہ 'تکبیر' کراچی: ۱۵/جولائی ۱۹۹۳ء.....ہفت روزہ 'زندگی' لاہور: ۱۳/نومبر ۱۹۹۳ء

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تھی'' (پھر کیوں قتل کی گئی؟) چنانچہ آپ ﷺ نے فوج کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو پیغام بھجوایا کہ کسی عورت اور مزدور کو قتل نہ کیا جائے۔ (ابوداود)

عہدِ نبویؐ کی مہذب اَقوام (قیصر و کسریٰ) کا حال یہ تھا کہ ۶۱۳ء میں ایرانی بادشاہ خسرو پرویز نے قیصر روم ہرقل کو شکست دی تو مفتوحہ علاقے میں تمام مسیحی عبادت خانے مسمار کردیئے اور ۶۰ ہزار غیر مقاتلین (عورتوں، بچوں، بوڑھوں) کو تہ تیغ کیا جن میں سے ۳۰ ہزار مقتولوں کے سروں سے شہنشاہِ ایران کا محل سجایا گیا۔ (غزواتِ مقدس: ص ۲۵۷)

ایک نظر ترقی یافتہ یورپ کے مہذب جرنیلوں کی غیر مقاتلین کے بارے میں تعلیماتِ عالیہ بھی ملاحظہ ہوں:

''گولہ باری کے وقت محصورین میں عورتوں اور بچوں اور دوسرے غیر مقاتلین کا موجود ہونا ہی جنگی نقطہ نظر سے مطلوب ہے کیونکہ صرف اسی صورت میں محاصر فوج محصورین کو خوفزدہ کرکے ہتھیار ڈالنے پر جلدی سے مجبور کرسکتی ہے۔'' (الجہاد فی الاسلام: ص ۵۷۰)

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی ہند میں انگریزوں نے جس بے دردی اور سنگدلی سے بچوں اور عورتوں کو قتل کیا، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے

''جنگِ آزادی میں ۲۷ ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی، سات دن برابر قتل عام ہوتا رہا جس کا کوئی حساب نہیں، بچوں تک کو مار ڈالا گیا، عورتوں سے جو سلوک کیا گیا وہ بیان سے باہر ہے۔ اس کے تصور سے ہی دل دہل جاتا ہے۔ (تاریخ ندوۃ العلماء از مولوی محمد جلیس: حصہ اوّل، ص ۴)

۱۹۰۷ء کی ہیگ کانفرنس میں غیر مقاتلین کو تحفظ دینے کا معاہدہ طے ہوا لیکن اس معاہدہ کے بعد جب متحدہ ریاست بلقان اور ترکی کے درمیان جنگ ہوئی تو اس میں ۲ لاکھ چالیس ہزار غیر مقاتلین مسلمان تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ (الجہاد فی الاسلام: ص ۵۷۱)

جنگِ عظیم اوّل اور دوم میں مہذب یورپ کے مہذب جرنیلوں نے جس سنگدلی اور بربریت کے ساتھ شہری آبادیوں پر بمباری کی، اس نے مقاتلین اور غیر مقاتلین کا تصور ہی ختم کردیا۔ جنگِ عظیم دوم میں جدید تہذیب وتمدن کے تین بڑے علمبرداروں (امریکہ کے ٹرومین، برطانیہ کے چرچل اور روس کے سٹالن) نے جاپان کا سلسلہ فتوحات روکنے کے لئے ایک اجلاس میں متفقہ طور پر جاپان کی شہری آبادی کو ایٹم بم کا نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۶/اگست کو ہیروشیما اور ۹/اگست ۱۹۴۵ء کو ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر ڈیڑھ لاکھ غیر مقاتلین کی شہری آبادی کو آنِ واحد میں صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ (قومی ڈائجسٹ: جولائی ۱۹۹۵ء)

اقوامِ مغرب کی مکاری اور عیاری واقعی قابل داد ہے کہ ایک طرف دورانِ جہاد صرف ایک خونِ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ناحق پر ناراض ہونے والے پیغمبر اسلام ﷺ.....جس نے اس کے نتیجہ میں ہمیشہ کے لئے مستقل ضابطہ بنا دیا کہ دورانِ جہاد کسی غیر متعلق بچے، بوڑھے، عورت، مزدور اور تارک الدنیا درویش کو قتل نہ کیا جائے..... کی تلوار انسانیت دشمن (٦) وہ پیغمبر خونی پیغمبر، اس کی تعلیمات دہشت گردی اور دوسری طرف ہزاروں نہیں لاکھوں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بے دریغ قتل کرنے والے زہریلی گیسوں سے ہلاک کرنے والے، ایٹم بموں سے ہنستے بستے گھروں اور شہروں کو صفحہ ہستی سے مٹانے والے خون خوار درندے اور قصاب مہذب، امن پسند اور انسانیت کے خیر خواہ.....؟؟؟

۳۔ اسیرانِ جنگ سے سلوک

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں دشمنانِ اسلام کے خلاف سات جنگیں لڑیں، ان میں سے دو جنگوں میں دشمن کے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ غزوۂ بدر میں ۷۰ اور غزوۂ حنین میں ٦ ہزار۔ جنگِ بدر کے قیدی وہ لوگ تھے جنہوں نے ظلم و تشدد کر کے مسلمانوں کو جلاوطنی پر مجبور کر دیا تھا، اس کے باوجود رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ان قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تو صحابہ کرامؓ نے اس شدت سے اس حکم پر عمل کیا کہ خود کھجوریں کھا کر گزارا کرتے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔ جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہیں تھے، انہیں کپڑے مہیا کئے۔ (تاریخ اسلام: ص۴۲)

کچھ مدت بعد بعض قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا گیا بعض قیدیوں کو بلا فدیہ بطورِ احسان رہا کیا گیا اور بعض قیدیوں کو دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض رہا کیا گیا۔ یاد رہے کسی ایک بھی قیدی کو نہ تو قتل کیا گیا، نہ کسی سے انتقام لیا گیا بلکہ ایک قیدی سہیل بن عمرو جو بڑا شعلہ بیان خطیب تھا اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں اشتعال انگیز تقریریں کیا کرتا تھا، کے بارے میں حضرت عمرؓ نے تجویز پیش کی کہ اس کے اگلے دو دانت تڑوا دیجئے تا کہ آئندہ یہ آپ کے خلاف شعلہ بار تقریریں نہ کر سکے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے یہ تجویز مسترد فرما کر اسیرانِ جنگ سے حسن سلوک کی ایسی زرّیں مثال قائم فرمائی جو رہتی دنیا تک جنگوں کی تاریخ میں اپنی مثال آپ رہے گی۔

غزوۂ حنین میں چھ ہزار اسیرانِ جنگ کو محسن انسانیت ﷺ نے نہ صرف بطورِ احسان بلا فدیہ رہا فرمایا بلکہ رہائی کے وقت تمام قیدیوں کو ایک ایک چادر بطورِ ہدیہ عنایت فرمائی۔ (الرحیق المختوم: ص۶۷۱)

اجتماعی قیدیوں کے ساتھ ساتھ ایک انفرادی قیدی کا تذکرہ بھی پڑھ لیجئے۔ یمامہ کا حاکم ثمامہ بن

---

(٦) ہندوستان میں یوپی کے گورنر سر ولیم میور نے پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف کتاب لکھی جس میں اس نے لکھا ہے کہ ''انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن ہیں: محمد ﷺ کی تلوار اور محمد کا قرآن'' (موجِ کوثر از شیخ محمد اکرم: ص۱۶۳)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اثال گرفتار ہوکر رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا اور خود گھر جاتے ہی فرمایا ''گھر میں جو کھانا موجود ہے، وہ ثمامہ کو بھجوا دیا جائے نیز فرمایا کہ روزانہ میری اونٹنی کا دودھ صبح و شام اسے بھجوا دیا جائے''۔ یاد رہے کہ ثمامہ ماضی میں نہ صرف رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کر چکا تھا بلکہ کئی صحابہ کرامؓ کا قاتل بھی تھا۔ اس کے باوجود تین چار دن کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اسے بطورِ احسان بلا فدیہ رہا کرنے کا حکم دیا تو اس حسن سلوک اور فیضانِ عفو وکرم سے متاثر ہوکر ثمامہ مسلمان ہوگیا۔

اب ایک نظر 'مہذب اور امن پسند' یورپ کے اسیرانِ جنگ سے 'حسن سلوک' پر بھی ڈال لیجئے:

قیصر روم باسل (۹۶۳ء تا ۱۰۲۵ء) نے بلغاریہ پر فتح حاصل کی تو پندرہ ہزار اسیرانِ جنگ کی آنکھیں نکلوا دیں۔ ہر سو قیدی کے بعد ایک قیدی کی ایک آنکھ باقی رہنے دی تاکہ وہ ان اندھوں کو گھروں تک پہنچا سکیں۔ (یورپ پر اسلام کے احسان از ڈاکٹر غلام جیلانی برق: ص۸۲)

ایک جنگ میں رومی عیسائیوں نے مسلمانوں کو شکست دی تو تمام مسلم اسیرانِ جنگ کو سمندر کے کنارے لٹا کر ان کے پیٹ میں لوہے کے بڑے بڑے کیل ٹھونک دیئے تاکہ بچے کھچے مسلمان جب جہازوں پر واپس جائیں تو اس منظر کو دیکھ سکیں۔ (ایضاً)

۱۷۹۹ء میں مہذب یورپ کے سب سے بڑے جنرل نپولین بوناپارٹ نے یافا کے چار ہزار ترک اسیرانِ جنگ کو محض اس عذر کی بنا پر قتل کرا دیا کہ وہ انہیں کھلانے کے لئے خوراک مہیا نہیں کرسکتا اور نہ مصر بھیجنے کا انتظام کرسکتا ہے۔ (الجہاد فی الاسلام: ص۵۴۶)

جنگِ عظیم دوم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) میں فلپائن کے ایک محاذ پر امریکہ اور فلپائن کی مشترکہ فوج کے ۷۵ ہزار فوجیوں نے جاپانی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ فاتح فوج نے ۷۵ ہزار اسیرانِ جنگ کو شدید گرمی، بھوک اور پیاس کی حالت میں ۶۵ میل پیدل چلا کر نظر بندی کیمپوں تک پہنچنے کا حکم دیا۔ بیشتر اسیرانِ جنگ طویل سفر کی ناقابل برداشت صعوبتوں کی وجہ سے راستے میں ہی ہلاک ہوگئے۔ تاریخ میں اس سنگدلانہ اور بے رحمانہ سفر کو Death March کا نام دیا گیا ہے۔ (قومی ڈائجسٹ: جولائی ۹۵ء)

قارئین کرام! تاریخ کے دو کردار، دو نظامِ حیات، دو عقیدے، دو نظریے اور دو راستے ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح رکھے ہیں، کیا یہ حقیقت سمجھنے میں کوئی دقت یا دشواری پیش آرہی ہے کہ کون سے نظامِ حیات یا عقیدے کی بنیاد نیکی، احسان، امن، سلامتی، شرافت اور احترامِ آدمیت پر ہے اور کون سے نظامِ حیات یا عقیدے کی بنیاد ظلم، خون ریزی، غارت گری، انسانیت دشمنی، دہشت گردی، سنگدلی، بے رحمی اور وحشت و بربریت پر ہے؟

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۴۔ مفتوحین سے سلوک

فتح کے بعد فاتح قوم، مفتوح قوم سے بڑا سنگدلانہ اور بے رحمانہ سلوک کرتی ہے۔ قدیم اور جدید عہد کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دشمنوں پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد رحم دلی، خدا ترسی، عفوو کرم اور حسن سلوک کی نادر مثالیں پیش کر کے جنگوں کی تاریخ میں ایک نئے زرّیں باب کا اضافہ فرمایا۔

مکہ فتح ہوا تو تمام اکابر مجرمین، جن میں نبی اکرم ﷺ کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے حرم کے اندر خون بہانے والا عکرمہ بن ابی جہل، رسولِ اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرانے والا ہبار بن اسود (یاد رہے کہ اونٹ سے گرنے کے نتیجہ میں حضرت زینبؓ کا حمل ساقط ہوگیا تھا) مکی زندگی میں بیت اللہ شریف کی چابی نبی اکرم ﷺ کو دینے سے سختی سے انکار کرنے والا عثمان بن طلحہ، مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت لشکر اسلام کی مزاحمت کرنے والا صفوان بن امیہ، آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کر کے جسم مبارک کا مثلہ کرنے والا وحشی بن حرب، حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبانے والی ہند بنت عتبہ، سارے کے سارے مجرم موجود تھے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے خطابِ عام فرمایا اور پوچھا: ''تم لوگ مجھ سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہو؟'' لوگوں نے کہا: ''آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔'' آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ﴿لاَ تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ.....﴾

''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو''

مفتوح قوم سے حسن سلوک کی اس پیغمبرانہ تعلیم کا ہی نتیجہ تھا کہ عہدِ نبوت کے بعد مسلم فاتحین بھی اس طرزِ عمل پر کاربند رہے۔ عہدِ صدیقی میں جب حیرہ فتح ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہاں کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ یہ حقوق عطا فرمائے:

''ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہیں کئے جائیں گے، کوئی جنگی قلعہ نہیں گرایا جائے گا، ناقوس بجانے کی اجازت ہوگی، تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے کی اجازت ہوگی''

جزیہ کی شرح محض دس درہم سالانہ تھی جو کہ سات ہزار میں سے صرف ایک ہزار ذمیوں سے وصول کی جاتی، اپاہج اور نادار ذمیوں کی کفالت کا اسلامی بیت المال ذمہ دار تھا۔ (تاریخ اسلام، ص۱۵۳)

حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو مفتوح قوم کو ان الفاظ میں معاہدۂ امن لکھ کر دیا

''یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے، نہ ان کے گرجاؤں میں سکونت کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کمی کی جائے گی۔ مذہب کے معاملہ میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا'' (تاریخ اسلام،ص۱۸۹)

عہدِ فاروقی میں ہی مسلم افواج کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو رومیوں کے دباؤ کی وجہ سے شام کا ایک شہر چھوڑنا پڑا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے ذمیوں کا جزیہ یہ کہہ کر واپس لوٹا دیا کہ اب ہم تمہاری حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ سماں دیکھنے کا قابل تھا کہ مسلمان رختِ سفر باندھ رہے تھے اور عیسائی زارزار رو رہے تھے، ان کے بشپ نے ہاتھ میں انجیل لے کر کہا

''اس مقدس کتاب کی قسم! اگر کبھی ہمیں اپنا حاکم خود منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو ہم عربوں کو ہی منتخب کریں گے۔'' (یورپ پر اسلام کے احسان،ص۱۲۸)

۷۱۱ء میں مجاہد اسلام محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور صرف تین سال وہاں قیام کیا۔ ان تین برسوں میں محمد بن قاسم نے اپنے حسن سلوک اور حسن تدبر سے سندھیوں کو اس حد تک اپنا گرویدہ بنا لیا کہ وہ اس کی ماتحتی میں اپنے ہی فوجی سرداروں سے لڑنا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ تین سال بعد جب محمد بن قاسم عراق واپس جانے لگا تو لوگوں کی اشکبار آنکھیں ان کے اندرونی غموں کی غمازی کر رہی تھیں۔ لوگ عرصہ دراز تک اس کی جرات، نیک سلوک اور پروقار شخصیت کی باتیں کرتے رہے۔ (اسلامی تاریخ پاک و ہند، از ہدایت اللہ خان چوہدری،ص۱۲)

۷۱۱ء میں مسلمانوں نے اندلس فتح کیا تو فاتح قوم کے حسن سلوک کی گواہی ایک انگریز مؤرخ ول ڈیوران نے ان الفاظ میں دی'' اندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ، عاقلانہ اور مشفقانہ تھی کہ اس کی مثال اندلس کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ (یورپ پر اسلام کے احسان،ص۱۳۲)

۱۰۷۱ء میں سلجوقی سلطان الپ ارسلان نے دیو جانوس رومانوس کو شکست دی۔ قیصر گرفتار ہوکر ارسلان کے سامنے پیش ہوا تو اس نے پوچھا ''اگر میں گرفتار ہوکر تمہارے سامنے پیش ہوتا تو تم مجھ سے کیا سلوک کرتے؟'' قیصر نے جواب دیا ''میں کوڑوں سے تمہاری کھال کھینچ لیتا۔'' سلطان نے کہا ''مسلمان فاتح اور غیر مسلم فاتح میں یہی فرق ہے۔'' اس کے بعد قیصر کے ساتھ جزیہ کی انتہائی معقول شرائط طے کرکے اسے بے بہا تحائف عطا کئے، اس کی سلطنت اسے واپس کردی اور بڑے شان و احترام سے رخصت کیا۔ (یورپ پر اسلام کے احسان،ص۱۲۸)

۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا تو کسی عیسائی کو کوئی تکلیف نہ دی اور رہا کا سا ٹیکس (جزیہ) لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی اور دورانِ جنگ عیسائیوں کا سپہ سالار رچرڈ اوّل بیمار ہوا تو صلاح الدین اسے کھانا، پھل اور دیگر مفرحات بھجواتا رہا۔ (ایضاً: ص۸۳)

۱۱۹۳ء میں والی قرطبہ ابویوسف یعقوب بن منصور نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا جس پر ایک عیسائی

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

شہزادی حکومت کررہی تھی۔شہزادی نے ابو یوسف کو پیغام بھجوایا کہ عورتوں پر حملہ کرنا بہادروں کا شیوہ نہیں۔ ابو یوسف نے شہزادی کو سلام بھجوایا اور محاصرہ فوراً اٹھا لیا۔'' (ایضاً:ص۱۳۰)

مسلم فاتحین کے اس حسن سلوک کے نتیجہ میں وہاں کے خاص و عام میں اسلام کس تیزی اور سرعت سے پھیلا، یہ تاریخ کا ایک الگ سنہری باب ہے جو ہمارے موضوع سے تعلق نہیں رکھتا، لہٰذا ہم اپنے موضوع کی طرف واپس پلٹتے ہوئے اب مفتوح اقوام کے ساتھ غیر مسلم فاتحین کے 'حسن سلوک' کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

۶۱۳ء میں شہنشاہِ ایران خسرو پرویز نے قیصر روم ہرقل کو شکست دی تو ہرقل نے صلح کی درخواست کے لئے اپنا ایک وفد خسرو کے پاس بھیجا۔خسرو نے سربراہِ وفد کی جیتے جی کھال کھنچوا دی اور باقی ارکانِ وفد کو قید کردیا اور صلح کی پیشکش کے جواب میں جو خط لکھا اس کا سرنامہ یہ تھا۔خسرو، خداوندِ بزرگ، فرمانروائے عالم کی جانب سے اس کے احمق اور کمینہ غلام ہرقل کے نام'' (الجہاد فی الاسلام،ص۲۰۹)

خسرو نے صلح کے لئے جو شرائط مقرر کیں، وہ یہ تھیں:

''ڈھائی لاکھ پونڈ سونا، ڈھائی لاکھ پونڈ چاندی، ایک ہزار ریشمی تھان، ایک ہزار گھوڑے کے ساتھ ایک ہزار کنواری لڑکیاں، ہرقل ادا کرے گا۔ ہرقل نے یہ سب کچھ دینا منظور کرلیا تو خسرو نے مزید مطالبہ یہ کیا کہ ہرقل زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے تخت کے نیچے ہونا چاہئے اور میں اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک شہنشاہِ روم اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر سورج دیوتا کے آگے سر نہ جھکائے۔'' (غزواتِ مقدس:ص۲۵۸)

تیسری صلیبی جنگ میں برطانیہ کے 'شیر دل' رچرڈ اوّل (۱۱۸۹ء۔۱۱۹۹ء) نے اسلامی فوج کے ایک دستے کو جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، وعدہ معافی دے کر ہتھیار رکھوا لئے اور بعد میں سب کو قتل کرڈالا۔ (یورپ پر اسلام کے احسان،ص۸۳)

۱۸۳۷ء میں فرانس نے الجزائر کا دارالحکومت قسطنطنیہ فتح کیا تو اس کی فوجیں تین دن تک قتل و غارت میں مشغول رہیں۔(الجہاد فی الاسلام،ص۵۷۵)

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جب دِلی فتح کی تو فاتح قوم نے مفتوح قوم کے ساتھ جس درندگی، وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا، تاریخ انسانی اس کے ماتم سے قیامت تک فارغ نہیں ہوسکے گی۔ انگریزوں کے ظلم اور بربریت کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

۱۔ دہلی میں جس شخص کے چہرے پر داڑھی نظر آتی یا جس کا پاجامہ اونچا ہوتا، اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا۔(سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری: ص۱۳۷،۱۳۸)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۲۔ سرہنری کاٹن کی یاداشتوں سے ایک اقتباس ''میں نے اپنے سکھ اردلی کی خواہش پر ان بدبخت مسلمانوں کو عالم نزع میں دیکھا جن کی مشکیں کس کے زمین پر برہنہ ڈال دیا گیا تھا۔ ان کے جسم پر گرم تانبے کی سلاخیں داغ دی گئی تھیں۔ میں نے انہیں پستول سے ختم کردینا ہی مناسب سمجھا، ان بدنصیب قیدیوں کے سڑے ہوئے گوشت سے مکروہ بدبو نکل کر آس پاس کی فضا کو مسموم کر رہی تھی۔'' (ایضاً: ص ۱۳۷، ۱۳۸)

۳۔ مسٹر ڈی لین ایڈیٹر 'ٹائمز آف انڈیا' کے مضمون کا ایک اقتباس ''زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا یا پھانسی دینے سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا اور انہیں مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کریں یقیناً عیسائیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہے'' (ایضاً)

۴۔ جنرل نکلسن نے دریائے راوی کے کنارے جس بہیمانہ طریقے سے باغیوں کو قتل کیا، وہ ایک لرزہ خیز داستان ہے۔ انگریز مؤرخوں نے خود اسے انگریز قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ قرار دیا۔ بقول لارڈ الفسٹن ''ہماری فوج کے مظالم کا تذکرہ روح میں کپکپی پیدا کردیتا ہے۔ جہاں تک لوٹ مار کا تعلق ہے، ہم نادرشاہ ایرانی سے بھی بازی لے گئے ہیں'' (ایضاً: ۱۳۶)

۱۹۱۸ء میں سوویت یونین نے قازقستان پر قبضہ کیا تو وہاں کی تمام مساجد اور دینی مدارس منہدم کردیئے۔ علماء اور اساتذہ کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے بھون دیا گیا۔ ان ظالمانہ کارروائیوں میں دس لاکھ قازق مسلمان شہید کئے گئے۔ (ماہنامہ اُردو ڈائجسٹ، جولائی ۱۹۹۵ء)

۱۹۴۶ء میں یوگوسلاویہ میں کمیونسٹ انقلاب آیا تو کمیونسٹوں نے چوبیس ہزار سے زائد مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ سترہ ہزار سے زائد مساجد اور مدارس مسمار کئے اور بیشتر مساجد کی جگہ ہوٹل اور سینما جات تعمیر کردیئے۔ آج جس جگہ سربیا کے دارالحکومت بلغراد کا اسمبلی ہاؤس واقع ہے وہاں بلغراد کی سب سے زیادہ خوبصورت وسیع وعریض مسجد واقع تھی جو ۱۵۲۱ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ (مجلّہ الدعوۃ: فروری ۱۹۹۳ء)

داروسکندر سے لے کر ترقی یافتہ یورپ کے مہذب جرنیلوں تک کی روایت یہی ہے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرتی ہے۔ شہریوں اور بستیوں کو تاراج کرتی ہے، سرسبز وشاداب کھیتوں اور باغات کو برباد کرتی ہے، گھروں اور عمارتوں کو نذرِ آتش کرتی ہے، لیکن پیغمبر اسلام نے اس خونی روایت سے ہٹ کر ایک عظیم انقلابی اور اِصلاحی روایت کی طرح ڈالی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا مشن لوگوں کی جانیں لینا نہیں، جانیں بچانا تھا، زمین کے خطوں کو فتح کرنا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنا تھا، انسانوں کو ذلیل اور رسوا کرنا نہیں بلکہ عزوشرف عطا کرنا تھا۔ شہروں اور بستیوں کو ویران کرنا نہیں بلکہ آباد کرنا تھا۔ درندگی، دہشت گردی اور فساد فی الارض برپا کرنا نہیں بلکہ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

درندگی، دہشت گردی اور فساد فی الارض کا قلع قمع کرنا تھا۔ ہر وہ شخص جو ضمیر کی آواز رکھتا ہے، جس کا دل اور دماغ تعصب سے اندھا نہیں ہوا، وہ پیغمبر اسلام کی قائم کی ہوئی اس عظیم انقلابی اور اصلاحی روایت میں پیغمبر اسلام کے مقدس مشن کو بڑی آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔

۵۔جنگوں میں ہلاکت کے اعداد وشمار

رسول اکرم ﷺ نے دس سالہ مدنی زندگی میں سات جنگیں لڑیں جن میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے :

غزوہ/سریہ	مسلمانوں کا نقصان			دشمن کا نقصان		
	اسیر	زخمی	شہید	اسیر	زخمی	مقتول
۱۔ غزوۂ بدر	.....	.....	۱۴	۷۰	.....	۷۰
۲۔ غزوۂ اُحد	.....	۴۰	۷۰	.....	.....	۳۰
۳۔ غزوۂ اَحزاب	.....	.....	۶	.....	.....	۱۰
۴۔ غزوۂ خیبر	.....	۵۰	۱۸	.....	.....	۹۳
۵۔ سریۂ موتہ	.....	.....	۱۲	.....	.....	نامعلوم
۶۔ غزوۂ مکہ	.....	.....	۲	.....	.....	۱۲

(۷) عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسولِ اکرم ﷺ کے غزوات اور سریا کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو درست نہیں۔ غزوات کی تعداد صرف ۷ ہے، البتہ حیاتِ طیبہ کی تمام چھوٹی بڑی کاروائیوں کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے

کارروائیوں کا مقصد	کارروائیاں	شہداء	مقتولین دشمن
۱۔تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۵	.....	.....
۲۔بت شکنی کی مہمات	۳	.....	.....
۳۔دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۱۰	۱۹	۱۲
۴۔ذاتی نوعیت کے واقعات قتل	۵	.....	۵
۵۔غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	۶	.....	۱۲۷
۶۔سرحدوں کی حفاظت کے لئے کی گئی کارروائیاں	۳۸	۷۳	۱۱
۷۔دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	۸	۸۲	۴۱۰
۸۔جنگیں (غزوات وسرایا)	۷	۱۳۶	۲۸۶
کل تعداد	۸۲	۳۱۰	۸۵۱

۲۸ کاروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی تعداد: ۱۱۶۱

نوٹ: دونوں جدول ترتیب دینے میں زیادہ تر انحصار قاضی سلیمان منصور پوریؒ مؤلف رحمۃ للعالمین کی تحقیق پر کیا گیا ہے، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، رحمۃ للعالمین: ج ۲، باب غزوات وسرایا۔

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۷۔ غزوۂ حنین	.....	.....	۶	۶۰۰۰	.....	۷۱
کل تعداد	.....	۹۰	۱۳۶	۶۰۷۰	.....	۲۸۶

غزوات اور سرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد = ۴۲۲(۷)

پس رسولِ اکرم ﷺ کی دس سالی مدنی زندگی میں پیش آنے والی سات جنگوں میں مسلم شہدا کی تعداد ۱۳۶ اور دشمن کے مقتولین کی تعداد ۲۸۶ اور طرفین سے کام آنے والے تمام اَفراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے اور اسیرانِ جنگ کی تعداد ۶۰۷۰ ہے۔ یاد رہے کہ اسیرانِ جنگ میں سے کوئی ایک بھی قتل نہیں کیا گیا بلکہ سارے کے سارے قیدی بخیریت رہا کئے گئے۔

سات جنگوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس زمانے میں انتقام درانتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ آیئے ایک نظر آج کے مہذب اور امن پسند یورپ کی جنگوں پر ڈالیں اور دیکھیں کہ وہ دورِ جاہلیت کی وحشت اور بربریت سے کس قدر مختلف ہے؟

جنگِ عظیم اوّل (۱۴ تا ۱۹۱۸ء) میں مجموعی طور پر ۷۵ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ ایک کھرب ۸۶ ارب ڈالر کے وسائل حیات کو نذرِ آتش کیا گیا۔ (جہانگیر انسائیکلو پیڈیا آف جنرل نالج از زاہد حسین انجم: ص ۳۸۱)

جنگِ عظیم دوم (۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۵ء) میں مجموعی طور پر ساڑھے چار کروڑ انسان ہلاک ہوئے، صرف ایک شہر سٹالن گراڈ میں دس لاکھ اَفراد لقمہ اَجل بنے۔ جرمنی میں ساٹھ لاکھ انسان گیس چیمبروں کے ذریعے ہلاک کئے گئے۔ جاپان کے دو شہر مکمل طور پر صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ بیک وقت چار براعظموں ..... یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ..... پر مسلسل ۶ برس تک اس منحوس جنگ کے مہیب سائے چھائے رہے۔ چار براعظموں کے انسٹھ ممالک (پچاس اتحادی اور نو محوری) آپس میں دست و گریبان ہوئے جن میں سے صرف ایک ملک امریکہ کا اس جنگ میں تین کھرب ساٹھ ارب ڈالر کا خرچ اُٹھا۔ (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، جولائی ۱۹۹۵ء)

مذکورہ اَعداد و شمار دیکھنے کے بعد ہم یورپ کے واقعتاً مہذب، امن پسند اور سنجیدہ ماہرین حرب و ضرب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے انقلاب کے لئے دو طرفہ کام آنے والے نفوس کی ایسی ناقابل یقین حد تک کم تعداد کی اگر کوئی دوسری مثال ہے تو پیش کیجئے، اگر نہیں (اور واقعی نہیں) تو پھر ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر اتنے عظیم سیاسی، تمدنی اور روحانی انقلاب کی خاطر دو طرفہ کام آنے والے ۴۲۲ نفوس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے اور اس کے باوجود تمہارے نزدیک پیغمبر اسلام کی تلوار انسانیت کی دشمن ہے، پیغمبر اسلام، خونی پیغمبر ہے، اس کی تعلیمات

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سے بوئے خوں آتی ہے، اس کا لایا ہوا دین قصاب کی دوکان ہے اور اس کا دیا ہوا فلسفہ جہاد، دہشت گردی اور فساد فی الارض ہے تو پھر جنگِ عظیم اوّل اور دوم کی داستانیں پڑھ کر بتاؤ کہ کرۂ ارضی کو دو مرتبہ آگ اور خون میں نہلانے والے خونخوار اور سفاک درندوں کو کس نام سے پکارو گے۔ کروڑوں معصوم اور بے گناہ جانوں کو ہلاک کرنے اور خون کی ندیاں بہانے والے قصابوں اور جلادوں کو کس لقب سے یاد کرو گے؟ سرسبز و شاداب وادیوں اور مرغزاروں کو تاراج کرنے اور شہری آبادیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے والے دہشت گردوں اور مفسدوں کو تاریخ میں کون سا مقام دو گے؟ نسل انسانی کے گلے میں طوقِ غلامی کی لعنت ڈالنے والے اور تڑپتی لاشوں پر اپنی عیش وعشرت کے محل سجانے والے مغرور شہنشاہوں کے لئے لغتِ انسانی کے کون سے الفاظ استعمال کرو گے؟

المیہ یہ ہے کہ اہل کتاب عہدِ نبوت میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کو خوب جاننے اور پہچاننے کے باوجود محض نسلی تعصب، حسد اور بغض کی وجہ سے ایمان نہیں لائے تھے اور آج بھی ایمان نہ لانے کی اصل وجہ یہی تعصب، حسد اور بغض ہے۔ عہدِ نبوت میں اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ کا بیان کردہ واقعہ اس دعویٰ کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے چچا ابو یاسر بن اخطب کو سنا وہ میرے (یہودی) والد حیی بن اخطب سے کہہ رہا تھا ''کیا واقعی یہ وہی (نبی) ہے؟'' والد نے کہا ''ہاں! خدا کی قسم وہی ہے۔'' چچا نے کہا ''کیا آپ انہیں ٹھیک ٹھیک پہچان رہے ہیں؟'' والد نے کہا ''ہاں!'' چچا نے پوچھا ''پھر کیا ارادہ ہے؟'' والد نے کہا ''خدا کی قسم! عداوت ہی عداوت، جب تک زندہ رہوں گا'' (الرحیق المختوم، ص۲۸۴)

عہدِ نبوت کو گزرے آج چودہ صدیاں بیت چکی ہیں لیکن افسوس کہ حریتِ فکر، آزادی رائے اور تہذیبِ جدید کے اس دور میں مغرب میں بسنے والا ترقی پسند انسان جو مادّی دنیا میں زمین سے چاند تک کا سفر طے کر چکا ہے، ایمان کی دنیا میں تعصب، بغض اور حسد کے مقام سے ایک انچ کا سفر بھی طے نہیں کر سکا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں آج بھی اس کا اندازِ فکر وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے تھا ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب ساری دنیا میں ہر طرف شرک و بت پرستی کا دور دورہ تھا، جہالت، وحشت اور بربریت کے منحوس سائے چھائے ہوئے تھے۔ خون ریزی، غارت گری، انسانی زندگی کا لازمی جزو بن چکے تھے۔ شہنشاہوں اور ان کے حواریوں نے ہر جگہ رعایا کو بدترین مظالم کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ مذہبی پروہتوں کی خانقاہیں عیش وعشرت کے اڈّے بنے ہوئے تھے، انسانیت بے بسی اور بے کسی کی خوفناک زنجیروں میں اس طرح جکڑی ہوئی تھی کہ نجات کے لئے کہیں سے اُمید کی موہوم سی کرن بھی نظر نہیں آتی تھی، اس وقت پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، انسانیت کے نجات دہندہ بن کر اُٹھے اور صدیوں پرانے جمے جمائے جاہلانہ نظام سے ٹکر لے کر انتہائی مختصر مدت میں محض چار سو بائیس (۴۲۲) افراد کی قربانی سے پورے جزیرۂ عرب میں ایک ایسا عظیم الشان تہذیبی، سیاسی، اقتصادی اور روحانی انقلاب برپا کر دیا جو پیغمبرانہ بصیرت کے بغیر ممکن ہی نہیں اور پھر سات جنگوں میں صرف ۴۲۲/ افراد کا زیاں اور ۶۰۷۰/ اسیرانِ جنگ میں سے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سارے کے سارے ۶۰۷۰ اسیرانِ جنگ کی بخیریت رہائی، کیا اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ پیغمبر اسلام خوں ریزی اور غارت، ہلاکت اور بربادی، دہشت اور بربریت، غلامی اور ذلت ونکبت کے نہیں، امن و سلامتی، رحمدلی وخداترسی، نیکی واحسان، شرافت واُخوت، حریت واحترامِ آدمیت کے پیغمبر تھے؟

اہل مغرب کے نام

دنیا کو آج جس بدامنی، دہشت گردی، وحشت اور درندگی کا چیلنج درپیش ہے اس کے مقابلے میں انسانوں کے بنائے ہوئے نظریات ناکام ثابت ہوچکے ہیں۔ الہامی مذاہب میں اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب تغیر وتبدل سے غیر محفوظ ہیں لہٰذا اب اسلام ہی وہ الہامی مذہب ہے جسے عہدِ جدید کے اس خوفناک چیلنج کو قبول کرنے کے لئے آزمایا جانا چاہئے۔ اہل مغرب کے نام ہمارا پیغام یہ ہے کہ وہ اسلام سے تصادم کا راستہ نہ اپنائیں، اسے اپنا حریف نہ سمجھیں، اس سے خائف نہ ہوں۔ اسلام سراسر امن وسلامتی اور محبت واُخوت کا مذہب ہے اور اپنے سے پہلے آئے ہوئے مذاہب کی تائید کرنے والا ہے۔ اہل مغرب کو حریتِ فکر کے اس عہد میں تعصب سے بالاتر ہوکر پورے صدقِ دل سے پیغمبر اسلام کی سیرتِ طیبہ اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا مطالعہ کرنا چاہئے اور حقائق کی تہ تک پہنچنا چاہئے۔

یاد رکھئے، آج اہل مغرب کے پاس دو ہی راستے ہیں: یا تو وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی لائی ہوئی دعوت حق کو قبول کرکے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو تباہی، ہلاکت اور بربادی سے بچالیں یا پھر اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا انتظار کریں جو تھوڑا ہی عرصہ پہلے دریائے آمو کے اس پار بسنے والی دنیا کی ایک عظیم الشان قوت پر پوری ہوچکی اور جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتابِ مقدس 'قرآن مجید' میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ (۵۰:۳۶)

''ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کرچکے ہیں جو ان سے بہت زیادہ طاقتور تھیں اور دنیا کے ملکوں کو انہوں نے چھان مارا تھا، پھر کیا وہ کوئی جائے پناہ پاسکے؟'' (سورہ ق:۳۶)

اسی موضوع پر محدث کی مجلس اِدارت کے فاضل رکن، معروف محقق مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ جن کا انتقال چند برس قبل ہوا ہے کا مقالہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ یہ مقالہ بعنوان 'اشاعتِ اسلام اور تلوار' نومبر ۱۹۹۵ء کے محدث میں شائع شدہ ہے۔ اِدارہ

افسوسناک خبر: محدث میں عرصۂ دراز سے لکھنے والے اور طویل عرصہ تک جامعہ لاہور الاسلامیہ میں گرانقدر خدمات انجام دینے والے معروف اسلامی قلمکار مولانا محمد مسعود عبدہٗ قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۲رفروری کو رات ۱۲ بجے پڑنے والا دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا اور آپ طلوعِ سحر سے قبل خالق حقیقی سے جاملے۔ قریبی ذرائع کے مطابق تقریباً ۲ ماہ قبل اپنی ہونہار بیٹی محترمہ مریم خنساء کی کم سنی میں وفات سے شدید دکھ سے دوچار تھے۔

موصوف بہت سی کتابوں کے مترجم اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔ آپ کا تعلق مشہور دینی خانوادہ کیلانی خاندان سے تھا۔ اسلام سے بہت جذباتی لگاؤ رکھتے تھے اور نبی کریم، صحابہ کرام کے عزت وناموس کے بارے میں بہت حساس تھے۔

آپکے جنازے میں محدث اور جامعہ کے ذمہ داران کے علاوہ لاہور کے نامور علماء، جناب علیم ناصری، جناب محمد اسحٰق بھٹی مولانا عبدالوکیل علوی وغیرہ نے شرکت کی۔ جنازہ مولانا عبدالسلام بھٹوی نے پڑھایا اور تدفین قبرستان میانی صاحب میں ہوئی۔

ادارہ ان کی وفات پر ان کے اہل خانہ، کیلانی خاندان اور مولانا احمد شاکر، ان کے بیٹوں کے دکھ میں شرکت کا اظہار کرتا ہے اور تمام قارئین سے محمد مسعود عبدہ مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کرنے کی گذارش کرتا ہے۔ اِدارہ

www.KitaboSunnat.com www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تاریخی مہم☆

عیسائی مشنری اِداروں کی سرگرمیاں دنیا بھر میں زروں پر ہیں، بالخصوص پس ماندہ علاقوں اور افریقہ کے دوردراز دیہاتوں میں عیسائی مشنریوں نے اپنے بیسیوں مشن شروع کررکھے ہیں۔مسائل میں گھرے فاقہ زدہ انسان پیٹ بھرنے کی خاطر دھڑا دھڑ عیسائیت قبول کررہے ہیں۔اسلام کی مؤثر دعوت سے عیسائی ہمیشہ سے ہی خائف رہے ہیں کیونکہ دیگر مذاہب مخصوص اَقوام تک محدود رہتے ہیں جبکہ اسلام کی دعوت ہر عقل وبصیرت رکھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔عیسائیوں نے اسلام کی قوت کے سامنے بند باندھنے کیلئے جدید ذرائع کے بھرپور استعمال کے ساتھ ساتھ اپنے خزانوں کے بھی منہ کھول رکھے ہیں۔

عیسائیت کے ان تبلیغی مشنوں کا چرچا اخبارات میں آئے روز چھپتا رہتا ہے۔پاکستان میں عیسائیوں کی حیران کن چلت پھرت اور اسلام کش سرگرمیوں کی رپورٹ 'محدث' کے گذشتہ شمارے میں شائع کی گئی تھی۔عربی زبان میں اِسے حرکة تنصیریة یعنی 'عیسائی بنانے کی تحریک' سے موسوم کیا جاتا ہے۔عالم عرب میں بھی اس بارے میں بہت تشویش پائی جاتی ہے اور عربی مجلّات ورسائل میں اس پر بیش بہا تحقیقی لٹریچر شائع ہورہا ہے۔اس موضوع کی اہمیت کی پیش نظر مجلس التحقیق الاسلامی کے 'شعبۂ ترجمہ' میں مختلف عربی رسائل میں شائع ہونے والے اہم مقالات کے تراجم کئے گئے ہیں جنہیں محدث کی قریبی اشاعتوں میں شائع کیا جاتا رہے گا۔زیرنظر مقالہ کا ترجمہ مجلس التحقیق الاسلامی کے رکن جناب محمد اسلم صدیق نے کیا ہے، جس پر مدیر مجلس التحقیق الاسلامی مولانا محمد رمضان سلفی نے نظر ثانی فرمائی ہے۔ (حسن مدنی)

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جن وانس اور عرب وعجم تمام کے لئے پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ آپؐ انہیں کفر وشرک کی آندھیوں سے نکال کر راہِ ہدایت پر گامزن کردیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اے نبیؐ! ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں'' (سبا:۲۸) ..... فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

''اے پیغمبر! ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر اس لئے تاکہ تمام کائنات کے لئے رحمت کا ظہور ہو''

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیغمبر ﷺ کو اور اس کے بعد مسلمانوں کو یہ فریضہ تبلیغ انجام دینے کا فرض سونپا تو اب جن کے پاس یہ دعوت پہنچ چکی، ان کے لئے ہی دو راستے ہیں:

یا تو اس دعوت کو قبول کرکے دائرۂ اسلام میں داخل ہوجائیں، ایسے لوگ مسلمانوں کے بھائی ہیں۔ انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان تمام فرائض کے وہ پابند ہوں گے جن کے تمام مسلمان پابند ہیں، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾

☆ لندن سے شائع ہونے والے عربی مجلّہ 'البیان' کے شمارہ ۱۵۳ سے ماخوذ (صفحہ ۳۴ تا ۴۵)

www.KitaboSunnat.com www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

''بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' (الحجرات:۱۰)

اسی طرح فرمانِ رسول ﷺ ہے:

من أسلم من أهل الكتابين فله أجره مرتين وله ما لنا وعليه ما علينا [1]

''اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) میں سے جو شخص مسلمان ہو گیا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔ وہ ان تمام حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے ہم مستحق ہیں اور ان تمام فرائض کے پابند ہوں گے جن کے ہم پابند ہیں''

دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے سے اِنکار کر دیں تو اس صورت میں انہیں اختیار ہے کہ یا تو اسلام کے زیر نگیں اور امیر المومنین کے تابع فرماں ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں، چنانچہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ (التوبۃ:۲۹)

''اہل کتاب میں سے جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ نہ تو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر، نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرا دیا ہے اور نہ ہی ان پر عمل پیرا ہیں تو مسلمانو! ان سے بھی جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اپنی خوشی سے جزیہ دینا قبول کر لیں اور حالت ایسی ہو کہ ان کی سرکشی ٹوٹ چکی ہو''

مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام اور اس کے اَحکام کا مطیع بنائیں، اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ (البقرہ:۱۹۳)

''تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور یہ دین اللہ کے لئے ہو جائے''

تمام سلف اور مفسرین جیسے ابن عباسؓ، ابوالعالیہ، مجاہد، حسن بصری اور زید بن اسلم رحمہم اللہ وغیرہ کا اس آیت کے مطلب پر اتفاق ہے کہ اس وقت تک کافروں سے لڑو جب تک کہ شرک ناپید نہ ہو جائے اور تمام لوگ ایک اللہ کو اپنا الٰہ نہ مان لیں۔ اسی طرح پیغمبر عربی ﷺ کا فرمان ہے:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک وہ کلمہ توحید کا اقرار نہ کر لیں ﴿فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾ ''پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں''..... پھر فرمایا: ''وہ شخص ظالم ہے جو لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے، اس سے ہماری لڑائی ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دے''[2]

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۲۵۹/۵، معجم کبیر طبرانی: ۲۲۵/۷ نمبر ۷۷۸۶..... علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کی نسبت مسند امام رویانیؒ کی طرف کی ہے اور اسے 'حسن' قرار دیا ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة: رقم ۲۰٤

(۲) جامع البیان: ۱۹۴/۲، الدر المنثور: ۳۷۱/۱، تفسیر ابن کثیر: ۳۷۱/۱ (آیت المائدہ:۱۴۳)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لوگوں کو اسلام کے تابع کرنا کیوں ضروری ہے؟

اس سوال کا جواب قرآن کی یہ آیت ہے :

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلاَمِ﴾ (آلِ عمران:۱۹) ''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''

اسلام ہی وہ نظامِ حیات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا۔ اُنہیں حکم دیا کہ وہ اپنے تمام فیصلے اسی کے مطابق کریں اور بصورتِ نزاع اسی کی طرف رجوع کریں۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَ كَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (المائدہ:۴۸)

''پھر اے محمدؐ! ہم نے تیری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور 'الکتاب' میں سے جو کچھ اس میں موجود ہے، اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ ونگہبان ہے۔لہٰذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے، اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو''

ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اے محمد ﷺ ! تمام لوگوں کے درمیان اس کتاب کے ساتھ فیصلہ کیجئے جو تیری طرف نازل کی گئی اور جو تجھ سے پہلے انبیاء پر اُتاری گئیں اور تیری شریعت نے انہیں منسوخ نہیں کیا،خواہ وہ لوگ عرب ہوں یا عجم،اُمی ہوں یا اہل کتاب'' (تفسیر ابن کثیر: ج۲،ص۱۰۵)

اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو یہ حکم دیا کہ وہ راست بازی کے ساتھ تورات اور انجیل کی پیروی کریں اور انہیں اپنا دستورِ زندگی بنائیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْئٍ حَتّٰى تُقِيْمُوْا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المائدۃ: ۶۸)

''اے اہل کتاب! تم ہرگز کسی اَصل پر نہیں ہو جب تک کہ تورات، انجیل اور دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہارے ربّ کی طرف سے نازل کی گئیں ہیں''

اور ان کا اپنی کتابوں پر عمل کرنا ان سے تقاضا کرتا ہے کہ محمد ﷺ کو نبی اور رسول مان کر اسلامی شریعت کو اختیار کرلیں کیونکہ ان کی کتابیں ہی آپ ﷺ کی نبوت کی پیشین گوئی کرتی ہیں اور انہیں آپ ﷺ کا متبع بننے کی دعوت دیتی ہیں۔

مسلمانوں کی عدل وانصاف پسندی

تاریخ شاہد ہے کہ اہل کفر کو جو عدل وانصاف اور امن امان اسلامی حکومت کے تحت ملا وہ کہیں میسر نہیں آیا۔لیکن اس کے برعکس عیسائیوں نے مفتوح مسلمانوں پر سفاکی و بربریت کے وہ پہاڑ توڑے کہ اس کی مثال نہیں ملتی حتیٰ کہ وہ روشن خیال عیسائی جنہوں نے ان کے مذہب پر تنقید کی تھی، وہ بھی اہل کلیسا

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے ظلم سے نہ بچ سکے اور اہل کلیسا نے کرۂ ارض سے ان کا وجود مٹانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

ابوعبید بن الجراحؓ اہل حمص پر جزیہ فرض کرنے کے بعد یرموک کی طرف بڑھے تو حمص کے عیسائیوں نے روتے ہوئے کہا کہ

''اے مسلمانوں کی جماعت! رومی اگرچہ ہمارے ہم مذہب ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ہمیں ان سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ عہد وفا کرتے ہیں، نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، انصاف و مساوات برتتے ہیں۔ آپ کی حکمرانی خوب ہے لیکن رومیوں نے ہمارے اموال پر قبضہ کیا اور ہمارے گھروں کو لوٹا''

(فتوح البلدان از بلاذری: ۱۳۷، کتاب الخراج از ابو یوسف بحوالہ تاریخ الحضارۃ العربیۃ از محمد کرد: ۳۹/۱)

لبنان کے کچھ لوگوں نے خلیفہ کے خلاف بغاوت کی تو صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس نے ان میں سے بعض بے گناہوں کو قتل کر دیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا تو امام اوزاعیؒ نے انہیں لکھا:

''آپ کو معلوم ہے کہ جبل لبنان کے جلاوطن ذمیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بغاوت میں شریک نہیں تھے۔ جن میں سے بعض کو آپ نے قتل کیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا۔ کیا مخصوص لوگوں کے جرم کی پاداش میں عام لوگوں کو پکڑنا اور انہیں ان کے گھروں اور جائدادوں سے بے دخل کرنا درست ہوسکتا ہے؟..... اللہ کا فرمان ہے ''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' اگر کوئی حکم سب سے زیادہ لائق اتباع ہوسکتا ہے تو وہ اللہ کا ہی حکم ہے۔ اگر کوئی وصیت سب سے زیادہ حفاظت و نگہبانی کی مستحق ہے تو وہ رسول اللہؐ کی ہی وصیت ہے۔ چنانچہ پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: ''جو کسی ذمی پر ظلم کرے گا، اس کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف دے گا، میں روز قیامت اس سے جھگڑوں گا'' (صحیح سنن ابوداود: ۲۶۲۶، فتوح البلدان عن تاریخ الحضارۃ العربیۃ ۴۰/۱)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ صلیبیوں نے مفتوح مسلمانوں پر کیا ظلم ڈھائے:

جب عیسائیوں نے مسلمانوں سے اَندلس چھینا تو ان کے لئے عیسائیت کو قبول کرنا لازمی قرار دیا اور ارضِ اندلس سے مسلمانوں کو وجود مٹانے کے لئے انہیں لرزہ خیز مظالم سے دوچار کیا۔ پھر صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف وحشت و بربریت کی وہ داستانیں رقم کیں جن کا اعتراف یورپ کی آئندہ نسلوں کو بھی کرنا پڑا۔ اس کے بعد استعمار کا زمانہ آیا جس میں مسلمانوں کو سامراجیت کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا..... مذکورہ بالا تمام تاریخی حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ اگر دنیا کا کوئی قانون انصاف و اَمن مہیا کرسکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے، اس سے انحراف کرۂ ارض کے چپہ چپہ کو ظلم و فساد سے بھر دے گا۔ یہ ہماری بات نہیں بلکہ مغربی عیسائیوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مغربی مؤرخ ارنولڈ فتح مصر کے متعلق لکھتا ہے:

''مسلمان فاتحین مسلسل فتوحات حاصل کر رہے تھے۔ جب مسلمان مصر میں داخل ہوئے تو عیسائی باشندوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کا بنیادی سبب دراصل یہ تھا کہ عیسائی رعایا بازنطینی سلاطین کے ظلم و ستم سے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نالاں تھی اور اہل کلیسا کے متعلق تلخ کینہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھی۔'' (الدعوۃ فی الاسلام:۱۳۲) ..... ارنولڈ مزید لکھتا ہے:

''وہ عیسائی قبائل جنہوں نے اسلام قبول کیا، انہیں اس پر مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ انہوں نے اپنے اختیار اور ارادہ سے ایسا کیا تھا۔ مسلمان معاشروں میں بسنے والے اس دور کے عیسائی یقیناً مسلمانوں کی اس عالی ظرفی اور وسعتِ قلبی کی شہادت دیں گے'' (ایضاً)

فرنسی لیوٹی (Luit) لکھتا ہے کہ

''میں نے اسلام کے متعلق صرف کتابیں پڑھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ میں نے شرق وغرب میں مسلمانوں کے درمیان ایک عرصہ گزارا ہے اور انہیں قریب سے دیکھا ہے۔ اب اگر کوئی گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام انتشار، لاقانونیت اور تعصب پر اُبھارتا ہے تو میں کہوں گا کہ ایسے بے سروپا دعوؤں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں'' (الإسلام والحضارۃ العربیۃ از محمد علی کرد:۱/۳۸)

مذہبی جبر

تاریخ عالم شاہد ہے کہ مسلمان فاتحین نے کبھی دوسری اَقوام کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ جب تک وہ مسلمانوں کے زیرنگیں رہے، انہیں مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ مغربی مفکر جوسٹاف اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''عرب دورِ حاضر کے سیاسی آدمیوں کی بہ نسبت زیادہ سیاسی حکمت ودانش اور بصیرت کے حامل تھے۔ وہ اس حقیقت کو خوب جانتے تھے کہ ایک قوم کے حالات دوسری قوم کے حالات سے باہم مشابہ نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ انہوں نے مفتوح قوموں کی آزادئ فکر کو کبھی سلب نہیں کیا۔ انہیں اپنے قوانین، رسوم ورواج، عادات و اَطوار اور عقائد کو برقرار رکھنے کو مکمل آزادی دی۔'' (الإسلام والحضارۃ العربیۃ از محمد علی کرد:۱/۵۶)

بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ یہ صرف حکمت ودانش ہی نہیں تھی بلکہ ایک اللہ کی طرف سے ایک دستورِ حیات تھا جو ان سے تقاضا کر رہا تھا کہ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ ''دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے'' (البقرہ:۲۵۶)

جوسٹاف مزید لکھتا ہے کہ

''علاقوں پر علاقے فتح کرنا مسلمانوں کا مقصدِ اوّل نہ تھا اور نہ ہی یہ فتوحات انہیں برانگیختہ کرسکیں کہ وہ مغلوب قوموں پر ظلم وستم ڈھاتے جیسا کہ عموماً فاتحین فتح کے نشے میں سرشار ہوکر مفتوح اَقوام پر وحشیانہ مظالم کرتے تھے اور نہ ہی انہوں نے مغلوبین کو تہ تیغ کیا۔ جس دین کو وہ چہار سوئے عالم پھیلا دینے کا عزم لے کر نکلے تھے، کبھی کسی کو وہ دین قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو یقیناً غیر مطیع قومیں باغی ہوکر ان پر چڑھ دوڑتیں لہٰذا انہوں نے اس طوفان ہلاکت میں پڑنے کا خطرہ مول نہیں لیا لیکن اس کے بعد ملک شام پر قابض ہونے والے صلیبی اس ہلاکت

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کی لپیٹ سے نہ بچ سکے۔ بلکہ ہم نے دیکھا کہ جب مسلمان شام، مصر اور ہسپانیہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ انتہائی نرمی اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کیا۔ ان کی عادات واَطوار عقائد اور مذہب سے بالکل تعرض نہیں کیا، نہ ہی انہیں دوگنے چوگنے محصولات اور ٹیکسوں کی زنجیروں میں جکڑا۔ صرف معمولی سا جزیہ لیا جاتا تھا جس کے عوض انہیں مکمل حفاظت اور اَمن وسلامتی کی ضمانت تھی اور یہ جزیہ ان ٹیکسوں کے مقابلے میں انتہائی کم تھا۔ میں نے آج تک نہ ایسی فاتح قوم دیکھی ہے جس نے ایسی روا داری اور بلند ظرفی کا مظاہرہ کیا ہو، نہ ایسے دین سے آشنا ہوا ہوں جو اپنے دامن میں ایسی لطافت، نرمی اور فراخدلی رکھتا ہو' (الإسلام والحضارة العربية: ۱۴۴/۱)

عیسائیت کے مظالم

اس کے بالمقابل عیسائیوں نے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے، ایک نظر اسے بھی دیکھ لیجئے:

جب مسلمانوں کی آپس کی نااتفاقیاں عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو نہ روک سکیں اور مسلمانوں نے اس شرط پر کہ ان کے دین اور اَملاک سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اپنی آخری پناہ گاہ غرناطہ بھی عیسائیوں کے حوالے کردی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ عیسائی تمام عہد معاہدے توڑ کر سابقہ وحشت و بربریت اور تعصب کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آ گئے اور مسلمانوں کو حکماً مجبور کیا کہ وہ یا تو عیسائی ہوجائیں یا پھر اس ملک سے نکل جائیں پھر مسلمانوں پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان مظالم پر مسلمانوں سے پہلے خود ان کے مفکرین اور مؤرخین نے انہیں تنقید کا نشانہ بنایا۔ مشہور فرانسیسی مورخ والٹیر Voltaire لکھتا ہے:

''جب مسلمانوں نے ہسپانیہ فتح کرلیا تو انہوں نے وہاں کے عیسائی باشندوں کو اسلام اختیار کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا۔ جبکہ سپین جب غرناطہ پر قابض ہوئے تو کارڈینل خمنیس نے اپنے مذہبی جذبات سے مغلوب ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ تمام عربوں کو عیسائی بنا لیا جائے۔ چنانچہ پچاس ہزار مسلمان جبراً عیسائی بنا لئے گئے۔''

سپین کا مشہور مؤرخ فاریتی لکھتا ہے:

''تین ملین عرب مسلمانوں کو جلا وطن کردیا گیا اور اس جلاوطنی کے دوران تقریباً ایک لاکھ مسلمان تہ تیغ کردیئے گئے اور کچھ غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے۔'' (ایضاً: ۲۵۲/۱، ۲۵۳)

اسلام کے متعلق عیسائیوں کا رویہ

نبی ﷺ کی دعوتِ اسلام پر عیسائیوں کے دو گروہ ہوگئے تھے۔ ایک وہ گروہ تھا جو آپؐ پر ایمان لایا، آپؐ کی تصدیق کی اور یقین کرلیا کہ آپؐ کی دعوت برحق ہے کیونکہ ان کی کتابیں آپ ﷺ کے متعلق بشارت دے چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کی بات نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو انہوں

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نے اپنی قوم سے کہی تھی: ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِهِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ (الصّف:٦)

''بنی اسرائیل! میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری سناتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا''

اس گروہ میں سب سے اوّل اسلام لانے والے نجاشیؓ تھے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو پناہ دی۔ ان کی ہر طرح مدد کی اور انہیں قریش کے ظلم وستم سے نجات دی۔ نجاشی کے ساتھ اس کی رعایا میں سے بھی کئی لوگ مسلمان ہوگئے تھے جو پہلے اپنے نبیؑ (عیسیٰ) پر ایمان لائے پھر محمدؐ پر ایمان لائے۔ ان کی توصیف اور عظیم اجروثواب کے متعلق کئی آیات نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وإن من اهل الكتاب لمن يومن بالله وما أنزل اليكم وما انزل اليهم خاشعين لله لا يشترون بأيات الله ثمنا قليلا أولئك لهم اجرهم عند ربهم إن الله سريع الحساب﴾ (آلِ عمران:١٩٩)

''اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں، اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے خود ان کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ نہیں دیتے ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا''

پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے:

''روزِ قیامت تین آدمی ایسے ہوں گے جنہیں دوہرا اجر دیا جائے گا: ان میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جو اپنی شریعت پر بھی ایمان لایا اور اس کے بعد نبی ﷺ پر بھی ایمان لایا۔'' (مسند احمد: ٢٥٩/٥)

دوسرا گروہ وہ تھا جو آپؐ پر ایمان نہیں لایا۔ ان کے پھر دو فریق ہوگئے: ایک فریق ان لوگوں کا تھا جن سے جنگ کرنے کی نوبت نہیں آئی بلکہ وہ اس سے قبل ہی اسلامی حکومت کے تابع ہوگیا اور نبیؐ سے مصالحت کرلی اور جزیہ ادا کردیا، ایسے عیسائیوں کو 'ذمی' کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ علاقہ نجران اور دومۃ الجندل سے تعلق رکھتے تھے۔

دوسرا فریق وہ تھا جنہوں نے اسلامی حکومت کی اطاعت قبول نہیں کی بلکہ مسلمانوں سے جنگ کی یہ وہ لوگ تھے جن کے خلاف آپؐ خود بھی نکلے اور لشکر بھی روانہ کئے۔ یہ وہ عیسائی تھے جن کا تعلق تبوک اور موتہ سے تھا۔

مسلمان اور عیسائی میدانِ کارزار میں!

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان سب سے پہلا معرکہ 'موتہ' کے میدان میں لڑا گیا۔ پھر آپؐ تبوک کی طرف بڑھے لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ آپؐ کی وفات کے بعد خلفاءِ راشدین کا دور آیا۔ شام اور دیگر علاقوں میں 'یرموک' اور 'اجنادین' کے عظیم معرکے لڑے گئے۔ اللہ نے مسلمانوں کو کامیابی

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سے سرفراز فرمایا۔ اور بازنطینی حکومت تمام بلادِشام سے دستبردار ہوگئی۔ اسلامی فوجیں آگے بڑھیں، روم وایران جیسی سپر طاقتیں پارہ پارہ کردی گئیں۔ یرموک اور اجنادین کے عظیم معرکوں نے عیسائیوں کی قوت کو پاش پاش کردیا، اب بازنطینی حکومت کی قوت ٹوٹ چکی تھی لہٰذا وہ صلح پر تیار ہوگئے اور بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمرؓ کے حوالے کردیں۔ حضرت عمرؓ نے خود معاہدہ لکھا اور ان پر جزیہ لازم قرار دیا۔ ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی اور ان کی شرائط کو پورا کیا۔

اس کے بعد اُموی اور عباسی دور آیا۔ فتوحات جاری رہیں حتیٰ کہ مسلمان یورپ کے اندر تک چلے گئے اور اندلس فتح کرلیا۔ نصرانی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور مسلمان وسط فرانس تک پہنچ گئے اور بحرمتوسط کے جزیرہ روڈس Rhodes سے لے کر صقلیہ تک کے بڑے بڑے تمام جزیروں پر قبضہ کرنے کے بعد جزیرہ اٹلی Italia پر بھی قابض ہوگئے۔ پھر عیسائی فرقہ کیتھولک کے مرکز روما اور فرقہ آرتھوڈکس Aurtodix کے مرکز قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا۔ ان تمام فتوحات کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد اور جذبہ کارفرما تھا، وہ یہ کہ اللہ کا کلمہ اونچا ہوجائے اور لوگ لوگوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کے غلام بن جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کے بڑے بڑے لشکر بھی ان کا مقابلہ نہ کرسکے۔

وہ تو روما اور قسطنطنیہ کی فتح کے متعلق پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کو سچ کر دکھانے کے لئے نکلے تھے، قریب تھا کہ پورا یورپ ان کے زیرنگیں ہوجاتا لیکن اللہ کو منظور نہ تھا اور مسلمان معرکہ بلاط الشہداء (جو مغربی کتب میں 'تور بواتیہ' کے نام سے موسوم ہے) میں ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ یہ ۱۱۴ھ بمطابق ۷۳۲ء کا واقعہ ہے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کا سپہ سالار عبدالرحمٰن الغافقی اور عیسائی فوجوں کی قیادت شارل مارٹل کر رہا تھا جسے عیسائی 'قائداعظم' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اس نے یورپ کو مسلمانوں سے بازیاب کرایا تھا۔ مسلمانوں کی شکست کی وجہ مؤرخین یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہوگئے تھے۔

پورا اَندلس عیسائی بنا لیا گیا!

مؤرخین لکھتے ہیں:

''عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کا آغاز اندلس سے کیا، اس کے ساتھ ساتھ مشرق کے اسلامی ممالک پر بھی حملے کرنا شروع کردیئے''

مشہور مؤرخ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ

''مسلمان علاقوں کی طرف عیسائیوں کی پیش قدمی اور ان پر حملوں کا آغاز ۴۷۸ھ سے ہوا پھر آہستہ آہستہ وہ طلیطلہ اور دیگر بلادِ اندلس پر قابض ہوگئے۔ ۴۷۴ھ میں انہوں نے جزیرہ طلیطلہ پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کرلیا پھر ۴۹۰ھ میں انہوں نے بلادِشام کی طرف پیش قدمی کی۔ (الکامل ۱۸۵/۸)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اندلس کی تاریخ عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے لرزہ خیز مظالم کی داستانوں سے لبریز ہے۔عیسائیوں نے اسلام کو مٹانے کا عزمِ صمیم کرلیا تھا جس کی خاطر وہ تمام عہدو پیمان پامال کردیئے گئے جو مسلمانوں سے کئے گئے تھے۔اس دور کا سپینی مؤرخ لکھتا ہے کہ

''فرنینڈس جب غرناطہ کا حکمران بنا تو کلیسا کے متعصّب کیتھولک پادری اِصرار کے ساتھ اس سے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ طائفہ محمد (ﷺ) کا وجود ارضِ سپین سے مٹا دیا جائے جو مسلمان یہاں رہنا چاہتے ہیں وہ یا تو عیسائیت قبول کرلیں یا اپنی جائیدادیں فروخت کرکے مغرب کی طرف نکل جائیں''

کلیسا کے متعصّب پادریوں کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے سامنے عیسائی حکمران بے بس ہوگئے۔ انہوں نے وہ تمام عہدو پیمان ایک طرف کردیئے جو غرناطہ پر قبضہ کے وقت مسلمانوں سے کئے گئے تھے۔ اورنہایت ظالمانہ اور تشدد آمیز طریقے سے مسلمانوں کے تمام حقوق غصب کر لئے گئے۔مساجد بند کردی گئیں،ان کے رسم ورواج، مذہب اورطرزِ معاشرت پر پابندی لگا دی گئی۔انہیں اپنے عقائداور شریعت پر عمل کرنے کی اجازت نہ تھی۔اسی طرح مسلمانوں سے کئے گئے تمام عہد نامے گویا ایک ایک کرکے پھاڑ دیئے گئے۔علامہ مقریؒ لکھتے ہیں کہ

''مسلمانوں نے غرناطہ عیسائیوں کے حوالے نہ کیا، جب تک انہوں نے ۶۷ شرائط تسلیم نہ کرلیں۔ ان میں یہ شرائط سرفہرست تھیں کہ ان کو پوری مذہبی آزادی ہوگی۔مسلمان اپنے رسوم و رواج، روایات، زبان اور لباس کے استعمال کو قائم رکھنے کے مجاز ہوں گے۔مسلمانوں کی اَراضی اور جائیداد کو مکمل تحفظ حاصل ہوگا لیکن جونہی دغاباز عیسائیوں کو کنٹرول حاصل ہوا تو انہوں نے تمام عہدو پیمان پس پشت ڈال دیئے۔''

۹۰۵ھ میں ایک دفعہ پھر عیسائیوں نے اَندلس کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی ٹھانی۔غرناطہ کے تمام فقہا کو جمع کیا گیا اور انہیں تحفے تحائف سے نوازا گیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے بعض نے عیسائیت قبول کرلی۔بعض دیگر مسلمانوں بھی ان کی اتباع میں عیسائی بن گئے۔اُمرا اور وزرا کا طبقہ اپنی جائیدادوں کے تحفظ کے لئے پہلے ہی عیسائی بن چکا تھا۔ یہ وہ بدبخت تھے جنہوں نے دنیا کی خاطر اپنے دین کو بیچ ڈالا۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم!

غرناطہ میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی یہ تحریک مرکزیت حاصل کرچکی تھی۔محلّہ بیازین (پرانا غرناطہ) کی مسجد کو گرجا میں تبدیل کردیا گیا تاکہ یہ تحریک پورے اندلس میں پھیل جائے۔پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے سرزمین اَندلس سے اسلام کا وجود مٹا دینے کا تہیہ کرلیا۔اسقفِ اعظم (کارڈینل Cordinal) نے اندھی مذہبی عزت سے مغلوب ہوکر اپنی مسلم کش پالیسی کی ابتدا اس طرح کی کہ غرناطہ کے علمی ذخیروں سے عربی زبان کی لاکھوں کتابیں میدان رملہ میں جمع کرکے جلا دیں اور سوائے طب کی تین صد کتب کے ایک بھی کتاب باقی نہ چھوڑی۔اس کے بعد پورے اندلس سے عربی

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کتب کو چن چن کر آگ کے حوالے کر دیا۔ مشہور مؤرّخ لبون لکھتا ہے کہ

''کارڈینل نے غرناطہ میں صرف عربوں کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اَسی ہزار قلمی مخطوطے جلا دیئے۔ دوسرے شہروں میں جلائے جانے والے مخطوطے اس کے علاوہ تھے۔ اس طرح گویا اس نے یہ سمجھا کہ وہ اپنے دین کے دشمنوں کا نام ہمیشہ کے لئے تاریخ کے اَوراق سے محو کر دے گا لیکن اسے یہ یاد نہ رہا کہ مسلمانوں کے آٹھ سو سال کے کارنامے اور تہذیب وتمدن اور طرزِ معاشرت کے گہرے نقوش صدیوں تک ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔''

امریکی مؤرخ ولیم برسکوٹ لکھتا ہے کہ

''کتب کشی کا یہ اندوہناک عمل انجام دینے والا کوئی جاہل یا گنوار نہیں تھا بلکہ ایک تہذیب یافتہ پختہ عالم تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ سانحہ اس وقت رونما ہوا جب یورپ جہالت کے گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نکل چکا تھا اور اس پر علم کی روشن صبح طلوع ہو چکی تھی'' (دولة الاسلام فی الاندلس :۳۱۸/۶)

عربی کتب کو جلانے کا یہ عمل صرف اندھے تعصب کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس کے پس پردہ اندلس کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی سوچی سمجھی اسکیم کارفرما تھی۔ کیونکہ کتبِ عربیہ کا وجود مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے عمل میں تاخیر کا سبب بن سکتا تھا اور دوسری طرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں عیسائی بننے والے مسلمان ان کتابوں کے مطالعہ سے دوبارہ اسلام کی طرف نہ پلٹ آئیں لہٰذا اس علمی وراثت کا قلع قمع ہی ان کے نزدیک ضروری ٹھہرا۔

مشہور مستشرق سیمونیٹ، کارڈینلکے اس گھناؤنے فعل کا دِفاع کرتے ہوئے اس منصوبے اور ہدف کی صراحت اِن اَلفاظ میں کرتا ہے:

''کتابوں کو جلانے کا جو کام کارڈینل نے انجام دیا تھا، اس پر اسے تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس نے تو ایک نقصان دہ چیز کا خاتمہ کیا تھا اور وبا کے وقت متعدی عناصر کو ختم کرنا ہی دانشمندی اور قابل تحسین عمل ہوتا ہے۔ کیتھولک کے حکمران فرنینڈس اور آزابیلا کو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے یہ حکم دینا پڑا کہ شریعت اور دین کے متعلق تمام مذہبی کتب مسلمانوں سے واپس لے کر جلا دی جائیں، صرف وہی کتابیں چھوڑی جائیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔'' (ایضاً)

اب ہم یہ خلاصہ بیان کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے اَرضِ اندلس سے اسلام کو مٹانے اور عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے کون کون سے اسلوب اختیار کئے:

سب سے پہلے ۹۰۵ھ میں مسلمانوں کو دعوت وتبلیغ سے عیسائی بنانے کی مہم کا آغاز کیا گیا جس سے بعض وزرا اور امرا محض اپنے جان و مال کے تحفظ کی خاطر عیسائی بن گئے۔

۹۰۶ھ کے بعد یہ طے ہوا کہ مسلمانوں کو دنیاوی لالچ اور تالیفِ قلوب کے ذریعے عیسائی بنایا جائے اور انہیں دیگر رعایا کے برابر حقوق دیئے جائیں۔ (دولة الاسلام فی الأندلس :۳۲۰/۶)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس کے بعد حکومت نے یہ قانون پاس کیا کہ تین برس سے پندرہ برس تک کے مسلمان بچوں کو عیسائی نظریۂ تعلیم پڑھایا جائے اوران پر عیسائیت کے تمام اَحکام لاگو کردیئے جائیں۔اگران کے والدین اس پر رضا مند نہ ہوتے تو مسلمان بچوں کو زبردستی پکڑ کر لے جاتے اور ان کا بپتسمہ کردیتے۔(بپتسمہ عیسائی مذہب کی ایک رسم ہے جس کی رو سے بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس پر مقدس پانی کے چھینٹے ڈالے جاتے ہیں اوراسے عیسائی مان لیا جاتا ہے)اس مذہبی جبر کا جواز یہ پیش کیا گیا کہ عرب بھی پہلے عیسائی ہی تھے۔(الإسلام والحضارة العربية: ۲۵۳/۱)

۹۰۷ھ میں فرنینڈس اور اس کی بیوی ازابیلا نے یہ قانون نافذ کیا کہ یا تو تمام مسلمان عیسائیت اختیار کرلیں یا پھر اَندلس سے نکل جائیں اوراس قانون کا جواز یہ بنایا گیا کہ اللہ نے ہم دونوں کو یہ فرض سونپا ہے کہ ہم ارضِ غرناطہ کو کفر سے پاک کریں لہٰذا مسلمانوں کا یہاں رہنا ممنوع ہے۔اس قانون کو نہ ماننے والوں کی یا تو جائیدادیں ضبط کر لی گئیں یا انہیں موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا۔جس پر مسلمانوں نے سلطانِ مصر کی طرف خط لکھا اورمسلمانوں کو جبراً عیسائی بنائے جانے کے متعلق انہیں آگاہ کیا لیکن عیسائی بادشاہ نے شاہِ مصر کی طرف ایک وفد بھیج کر اسے مسلمانوں کے متعلق مطمئن کردیا اورشاہِ مصر مسلمانوں کی کوئی مدد نہ کرسکا۔

جس طور پر مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جارہے تھے،انہیں تہ تیغ کیا اورانہیں تبدیلی مذہب پر مجبور کیا جارہا تھا اورحکومت جس طرح بدعہدی کا مظاہرہ کر رہی تھی، یہ نہ صرف غرناطہ بلکہ پورے اَندلس کے مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت بن چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے پہاڑوں کو مسکن بنا کر اس ظلم کے خلاف بغاوت کردی۔عیسائیوں نے اس بغاوت کو سختی سے کچل دیا اورقتل وغارت کا وہ بازار گرم کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔اس کے بعد انہوں نے یہ قانون جاری کیا کہ تمام مسلمانوں کے لئے اِعلانیہ یا خفیہ اسلحہ رکھنا ممنوع ہے۔جن مسلمانوں نے اس قانون کی مخالفت کی، پہلے انہیں قید اور ضبطی جائیداد کی سزا دی گئی اوراس کے بعد موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔طرفہ تماشہ یہ ہوا کہ عیسائیت قبول کرنے والے مسلمان بھی اس قانون کی گرفت سے نہ بچ سکے۔ جہاں ان پر اسلحہ رکھنے پر پابندی تھی، وہاں یہ بھی پابندی تھی کہ وہ اپنی جائیداد نصرانی حکومت کی اِجازت کے بغیر فروخت کرکے نہیں جاسکتے۔جس نے اس قانون سے ذرا انحراف کیا، پہلے اس کی جائیداد ضبط کی گئی پھراُسے تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ بہت سے عیسائیت اختیار کرنے والے مسلمان اپنی جائیدادیں فروخت کرکے مغرب کی طرف چلے گئے اور وہاں پہنچ کر دوبارہ مسلمان ہوگئے۔

بعض وہ مسلمان جو دِل سے مسلمان تھے لیکن اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے اپنے مکانوں پر صلیبیں لگا لیں۔ چونکہ حکومت کے پاس ان کے ناموں کی لسٹیں موجود تھیں، اس لئے اس

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قسم کی تدبیریں انہیں نفع نہ دے سکیں اورانہیں ملک بدر کردیا گیا۔ ان کی جلا وطنی کی داستان بڑی غمناک، دردناک اور تاریخ انسانیت کی دکھ بھری مثال تھی۔ پھر کیا ہوا کہ بعض مسلمانوں نے نا اُمید ہوکر اپنے گھر گرا کر انہیں آگ لگا کر خود اپنی ہلاکت کا سامان کرلیا اور بعض نے اپنی اولاد کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اور پھر خودکشی کرلی۔ اور اکثر وہ بدنصیب تھے جو بھوک، شدتِ غم اور بیماری کی بھینٹ چڑھ گئے!!

اس کے بعد جبراً عیسائی بنانے کی مہم کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں کے لئے عیسائیت میں داخل ہونے یا اَندلس سے نکل جانے کے درمیان فیصلہ کرنے کا دور بڑا کٹھن دور تھا۔ بہت سے مسلمانوں نے عیسائیت قبول کرلی اور بہت سارے اَندلس کو خیر باد کہہ گئے۔ شروع میں اس قانون کو زیادہ سختی سے نافذ نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن ۹۳۰ھ میں پادریوں نے بادشاہ کو پھر بھڑکایا جس کے اثر میں آکر اس نے پھر ایک قانون جاری کیا جس میں یہ طے پایا کہ تمام مسلمان عیسائیت قبول کرلیں ورنہ سپین سے نکل جائیں۔ اس بار اس قانون کو سختی سے نافذ کیا گیا اور جس نے عیسائیت اختیار کرنے سے انکار کیا اور مقررہ مدت میں سپین سے نہ نکلا، اسے ہمیشہ کے لئے جیل ڈال دیا گیا اور تمام مساجد گرجوں میں تبدیل کردی گئیں۔

مسلمانوں کے لئے یہ ظلم ناقابل برداشت تھا، انہوں نے اندلس کے عیسائی شہنشاہ کے سامنے اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی۔ شہنشاہ نے بڑے بڑے علماء اور ججز پر مشتمل ایک عدالت قائم کی تاکہ مسلمانوں کے اس دعویٰ کا جائزہ لیا جائے۔ اس عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ مسلمانوں کو عیسائیت پہ مجبور کرنا درست اقدام ہے۔ جواز یہ پیش کیا گیا کہ اس طرح مسلمان موت، جلاوطنی، قید اور ضبطی جائیداد کے خطرے سے محفوظ ہوجائیں گے۔

ایک ذمہ دار مغربی مسیحی مؤرخ اس ظالمانہ فیصلہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

> ''اس طرح مسلمانوں کو قانونی طور پر عیسائی تصور کرلیا گیا جو گویا ایک طاقتور نے کمزور پر، غالب نے مغلوب پر اور آقا نے غلام پر فرض کردی تھی۔ اس فیصلہ کے بعد فرمانِ شاہی جاری ہوا کہ تمام وہ مسلمان جنہیں جبراً عیسائی بنایا گیا ہے، انہیں سپین میں رہنے پر مجبور کیا جائے کیونکہ اب وہ عیسائی بن چکے ہیں۔ اسی طرح ان کی اَولاد کو بھی عیسائی بنا لیا جائے۔ جو عیسائیت سے مرتد ہو، اسے موت اور ضبطی جائیداد کی سزا دی جائے اور جو مساجد ابھی تک باقی ہیں، انہی گرجوں میں تبدیل کردیا جائے'' (دولة الإسلام في الأندلس:۳۵۱/۶)

اس کے بعد ایک محکمہ تفتیش قائم کیا گیا جس کا کام مسلمانوں سے عیسائی بننے والوں کی طرزِ معاشرت اور رہن سہن کی نگرانی کرنا تھا کہ آیا ان کی طرزِ معاشرت کیتھولک طرزِ فکر کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس محکمہ کا دوسرا کام یہ تھا کہ غیر کیتھولک عیسائیوں کو کیتھولک عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔ چنانچہ وہ یہودی اور مسلمان جو درپردہ عیسائی نہیں ہوئے تھے، انہوں نے محکمہ تفتیش کے کارندوں سے بچنے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

magazine.mohaddis.com

کے لئے پہاڑوں اور ٹیلوں میں پناہ لی جس پر یہ فرمانِ شاہی صادر ہوا کہ فرار ہونے والوں کو پکڑ کر محکمہ تفتیش کے حوالہ کیا جائے۔ جب مسلمانوں کے لئے یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے اندلس سے فرار ہونا شروع کر دیا تو حکومت نے ایک اور قانون جاری کیا کہ کسی بھی ملاح یا تاجر پر حرام ہے کہ وہ کسی نو عیسائی کو بغیر سپیشل پرمٹ کے اپنے ساتھ لے جائے۔(دولة الإسلام فی الأندلس:۳۳۲/۶)

پھر وہ دور آیا کہ اسلامی شعائر کو تبدیل کرنے کے بعد مسلمانوں کے طرزِ معاشرت، رسم و رواج، زبان، عربی لباس بلکہ عربی نام اور اَلقاب تک بدل ڈالے گئے۔ عورتوں کو پردہ کرنے اور مہندی لگانے سے منع کر دیا گیا اور مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ عیسائیوں کی طرح پتلونیں اور ٹوپیاں پہنیں اور اپنے مکانوں کے دروازے، جمعہ، عیدین اور اپنے مذہبی تہواروں کے موقع پر کھلے رکھیں تاکہ حکومتی کارندے گھروں میں ہونے والی رسومات کا جائزہ لے سکیں۔

اگر کوئی آدمی محمد (ﷺ) کی تعریف کرتے ہوئے یا یہ کہتے ہوئے کہ عیسیٰ علیہ السلام معبود نہیں تھے بلکہ صرف رسول تھے، پکڑ لیا جاتا تو اسے مرتد سمجھ کر موت کے سپرد کر دیا جاتا اور ہر عیسائی کے لئے ضروری تھا کہ وہ عیسائی بننے والے مسلمانوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھے اور اس کی رپورٹ حکومت تک پہنچائے کہ آیا وہ اسلامی طرزِ معاشرت تو اختیار نہیں کرتے، جمعہ کے روز گوشت تو نہیں کھاتے۔ غرض رمضان کے روزے رکھنا یا اس کے دوران صدقہ کرنا یا غروبِ آفتاب کے وقت کوئی چیز کھانا پینا یا طلوعِ فجر سے پہلے کھانا، پینا اور خنزیر کا گوشت نہ کھانا، شراب نہ پینا، وضو کرنا، مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، اپنی اولاد کے سروں پر ہاتھ پھیرنا، مردوں کو غسل دینا، ان کی تجہیز و تکفین کرنا اور انہیں عیسائیوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا، یہ سب اس بات کی علامات تھیں کہ یہ لوگ عیسائیت سے مرتد ہو گئے ہیں۔(دولة الإسلام فی الأندلس:۳۴۵/۶، ۳۴۶، ۳۵۷، تاريخ الاحتلال الإسباني:۱۳۱/۱۳، انطونیو لورٹی کی کتاب المورسکیون)

سب سے پہلے اسلامی شعائر کو جڑ سے اکھیڑا گیا۔ پھر ان عادات اور رسوم و رواج کو ختم کیا گیا جو مسلمانوں کی شناخت تھے۔ اسی طرح اندلس سے اسلام کا وہ چراغ گل ہو گیا جس نے اپنی ضیا پاشیوں سے پورے اَندلس کو روشن کر دیا تھا۔ پھر تقریباً ۱۷۰۳ء بمطابق ۱۰۱۰ھ میں عربوں کو مکمل طور پر ارضِ اندلس سے نکال دینے کا آخری فیصلہ ہوا۔ دو سال کے اندر نصف ملین مسلمان وہاں سے کوچ کر گئے اور جزیرہ نما اندلس سے اِسلام کی بساط لپیٹ دی گئی۔ لا حول ولا قوة الا بالله العلی العلیم

صلیبی جنگیں

مغربی مؤرخین نے صلیبی جنگوں کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے جیسے ''دیارِ مقدسہ کا قصد'' ''حضرت

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عیسیٰ کی خاطر جنگ''، ''عیسائیوں کی سرگرمیاں، سمندر پار''، ''حضرت عیسیٰ کی قبر مقدس کو آزاد کرانے کے لئے جنگ'' وغیرہ وغیرہ۔(مدخل إلیٰ تاریخ حرکة التنصیر از ڈاکٹر ممدوح حسن:۱۰، ۱۱، ماهیة الحروب الصلیبیة از قاسم عبدہ قاسم:۲۳۹)

مسلمان مؤرخین ابن جوزی، ابن اثیر، ابن کثیر وغیرہ نے ان جنگوں کو 'صلیبی جنگوں' کا نام دیا ہے۔ (الحروب الصلیبیة فی المشرق والمغرب:۱۸۶) تجزیہ نگاروں نے صلیبی جنگوں کے مختلف اَسباب واَہداف ذکر کئے ہیں جیسے مسلمانوں سے جنون کی حد تک انتقام کا جذبہ، مسلمانوں کی معیشت اور دولت پر قبضہ کرنے اور نصاریٰ کی اِقتصادی حالت کو مضبوط بنانے کا نشہ وغیرہ وغیرہ لیکن حقیقی محرک اور اہم مقصد مذہب 'عیسائیت کی ترویج' تھی۔ مسلمانوں سے انتقام کا جذبہ اور اِقتصادی اور دنیاوی مفاد عام عیسائیوں کے مقاصد تو ہوسکتے ہیں جنہیں مشرق اسلامی میں اپنے مقدس مقامات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ چنانچہ عیسائی مدبرین اور قائدین نے ان جنگوں کے لئے حوصلہ افزا تعداد جمع کرنے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر اُبھارنے کے لئے ان اسباب سے فائدہ اُٹھایا۔ ظاہر ہے ان اسباب کو سمجھنے کے لئے صلیبی فوجوں اور عوام کے نظریات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ ان قائدین اور محرکین کے نظریات کا اِعتبار ہوگا جنہوں نے ان جنگوں کے شعلے بھڑکائے تھے۔ کیونکہ فوج ان کے بل بوتے پر چلتی ہے اور عوامُ الناس کو ویسے ہی ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

صلیبی جنگوں کا دورانیہ دو صدیوں پر محیط ہے، ان کا آغاز ۴۸۹ھ میں پطرس الناسک Pierre'l Ermite کے حملہ سے ہوا اور ۹۹۰ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سقوطِ عَکّہ کے بعد ان کا اختتام ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی صلیبی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ عکہ کی شکست اور مشرقِ اسلامی میں صلیبی حکومت کے خاتمہ کے بعد پوپ نیفولا چہارم نے ایک دفعہ پھر یورپی عیسائیوں کو اپنے مواعظ اور تقریروں سے مشتعل کرنے کی کوشش کی۔ انہیں مشرقِ وسطیٰ میں صلیبی ممالک کے چھن جانے کی خبر دی۔ عکہ اور ربیت المقدس کو واپس لینے کے لئے اہل کلیسا کی کانفرنسیں منعقد کیں لیکن یورپیوں میں کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی کیونکہ وہ مسلسل خون آشام جنگوں میں تھک کر چور ہوگئے تھے۔ اور انہوں نے اس نقصان کو محسوس کرلیا تھا جو دو صدیوں کے دوران اُنہیں برداشت کرنا پڑا۔(الحروب الصلیبیة فی المشرق:۶۴۲)

صلیبی حملوں کا عالم اسلام پر اثر

صلیبی جنگوں سے مشرقِ وسطیٰ میں مسلم اُمہ پر انتہائی بُرے اثرات مرتب ہوئے:

۱۔ مسلمانوں کو وحشیانہ طریقے سے ذبح کیا گیا۔ پہلے ہی حملے میں صلیبیوں نے اہل انطاکیہ کو نیست و نابود کردیا اور بیت المقدس میں ۷۰ ہزار سے زائد مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔ کتنے ہی ایسے علاقے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تھے کہ وہاں کے محاصرے میں آئے مسلمانوں کو امن وامان کا وعدہ دے کر اس سے ہتھیار ڈلوا لئے گئے، پھر عہد شکنی کر کے نہایت وحشیانہ طریقے سے انہیں قتل کر دیا گیا جیسا کہ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ نے کیا جو 'شیر دل' کے نام سے مشہور تھا۔ (المنتظم: ۱۷/۴۷، تاریخ ابن خلدون: ۵/۲۵) (۱)

۲۔ مشرقِ وسطیٰ کے کئی اسلامی ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ وہاں سے مسلمانوں کو نکال باہر کیا گیا۔ حمص، بعلبک، حماۃ، عسقلان، قنسرین، طبریہ جیسے عظیم الشان شہر تاخت وتاراج کر دیئے گئے۔ بعض شہر ایسے تھے جو مسلمانوں نے دورانِ محاصرہ خود اپنے ہاتھوں سے اُکھاڑ دیئے تاکہ صلیبی ان شہروں سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں، شائد کہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ دوبارہ وہ کبھی ان شہروں میں آباد نہ ہوسکیں گے۔ (النوادر السّلطانیہ: ۲۳۵، السلوك لمعرفة دول الملوك: ۱/۱۰۶)، مغربی مفکر جیک دی دنیری لکھتا ہے کہ صلیبیوں نے حمص، بعلبك اور حماۃ کو بار بار لوٹا تاکہ مسلمان انہیں ٹیکس دینے پر راضی ہو جائیں۔ دیکھئے ماهية الحروب الصليبية : ۲۳۳

۳۔ لاکھوں مسلمانوں کو جلا وطن کر دیا گیا کیونکہ صلیبیوں کا مقصد نو آبادیاں قائم کرنا تھا۔

۴۔ صلیبی جنگوں سے اِستعماری طاقتوں کا راستہ ہموار ہوا اور یہی جنگیں بعد میں ترکوں کے تنزل اور انحطاط کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور مسلمان طویل عرصہ تک کے لئے سامراجیت کی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے۔ صلیبی جنگوں میں جب تمام مسیحی دنیا کی مجموعی طاقت اِسلامی قوت کو ٹس سے مس نہ کرسکی اور انہیں یقین ہوگیا کہ مشرقی مسلمانوں کو عسکری قوت سے مغلوب نہیں کیا جاسکتا تو اس بات نے انہیں مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے کوئی اور طریقہ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے یہ تہیہ کیا کہ مسلمانوں پر فکری یلغار کی جائے ان کے دلوں سے روحِ جہاد نکال دی جائے۔ ان میں خانہ جنگی کروا کر ان کی جنگی قوت کو تباہ کر دیا جائے اور اِقتصادی طور پر انہیں اپنا دست نگر بنا لیا جائے۔ مغربی مصنف Kigk لکھتا ہے کہ

''صلیبی جنگوں نے مغربی اقوام کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اُجاگر کیا، ان کے اَذہان کو کھولا اور وہ تہذیب وتمدن میں اَہل مشرق کے درجہ کو پہنچ گئے جو اس سے قبل علم وفلسفہ، اَدب وشاعری، تہذیب وشائستگی اور تمدن میں اہل مغرب پر فوقیت رکھتے تھے۔ اس تہذیبی ترقی اور عسکری جنگ کی پے در پے شکستوں نے یورپین کو متوجہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ فکری جنگ کا آغاز کریں۔''

(۱) صلیبیوں نے داخلہ بیت المقدس کے موقع پر فتح کے نشہ میں سرشار ہو کر مجبور مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا، ان کا ذکر ایک مسیحی مؤرخ ان الفاظ میں کرتا ہے:

''بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ پر صلیبی 'مجاہدین' نے ایسا قتل عام مچایا کہ کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان صلیبیوں کے گھوڑے جو مسجد عمر میں سوار ہو کر گئے تھے، گھٹنے گھٹنے خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بچوں کی ٹانگیں پکڑ کر ان کو دیوار سے دے مارا جاتا، یا ان کو چکر دے کر فصیل سے پھینک دیا جاتا۔'' (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: ج ۷، ص ۶۲)

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مغربی مفکر Oman لکھتا ہے کہ

''صلیبی جنگوں نے 'استشراق' کا بیج بویا۔ مغربی لوگ مختلف اُمور میں مسلمانوں کے رجحانات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے عربی زبان اور اِسلامی نظریات کو پڑھنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ عربی زبان اور اسلامی علوم کی تعلیم کے لئے ۱۲۷۶ھ کو 'میراہا' میں پادریوں کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کی گئی۔ اس کے علاوہ پیرس اور لوفان میں مشرقی زبانوں کی تعلیم کے لئے مختلف کورسز شروع کئے گئے۔(الحروب الصلیبیة لاحمد شبلی ۹۲)

عسکری معرکوں میں جب عیسائیوں کی کمر ٹوٹ چکی تو انہوں نے مسلمانوں میں عیسائیت کا پرچار کرنے کے لئے مختلف تبلیغی مشنز کا آغاز کیا۔ اس مقصد کے لئے تیرہویں عیسوی میں ملک شام میں دو یونیورسٹیاں قائم کی گئیں: ایک الفرنسیکان جو پوپ فرانسس کی طرف منسوب ہے۔ دوسری ڈومنیکان جو پوپ ڈومنیک کی طرف منسوب ہے۔ یہاں باقاعدہ عیسائی مشنری تیار کئے جاتے ہیں جو عربی زبان اور اسلامی علوم میں مکمل دسترس کے حامل ہوتے ہیں اور یہ دستور اس وقت سے آج تک رائج ہے۔

عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے ادارے

عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں عیسائیت پھیلانے والے ۳۸۷ عالمی ادارے کام کر رہے ہیں، جن میں سے ۲۵۴ ادارے خاطر خواہ نتائج حاصل کر رہے ہیں اور ان کا دائرۂ کار کافی حد تک وسیع ہو چکا ہے۔ ان میں ہر ادارہ دس سالوں کے اندر دس ہزار گھنٹے تبلیغی سرگرمیوں پر صرف کرتا ہے اور دس ہزار ڈالر سالانہ خرچ کرتا ہے۔ پھر ۲۵۴/اداروں میں سے ۳۳/ادارے ایسے ہیں جو بہت بڑے تصور کئے جاتے ہیں اور امدادی سرگرمیوں پر سالانہ سوملین ڈالر خرچ کرتے ہیں۔ ان بڑے اداروں میں سب سے بڑا ادارہ دنیا بھر میں ۵۵۰ ملین ڈالر سالانہ خرچ کرتا ہے۔

اگرچہ عیسائیوں کے پاس مادّی وسائل کے بے پناہ ذرائع ہیں لیکن ان کا استعمال مناسب طریقے سے نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ۱۹۱۸ء میں ایک عیسائی ادارے کے لئے ۳۳۶/ملین ڈالر فنڈ اکٹھا کیا گیا۔ جو ایک ہفتہ کے اندر اندر ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۸۸ء میں امریکہ میں ایک بہت بڑے عیسائی ادارے کیلئے ۱۵۰/ڈالر جمع کئے گئے جو اچانک غائب کر دیئے گئے۔ اس بددیانتی کی ذمہ داری بڑے بڑے مشنریوں خصوصاً امریکی پوپ باکیر اور جیمی سواغارت پر عائد ہوتی ہے جن کے ہاتھ میں چرچوں کی قیادت ہے۔

امدادی سرگرمیاں

اسلام کو مغلوب کرنے کے لئے اپنے سیاسی اِختیارات، مالی وسائل اور ذرائع اِبلاغ کو بروئے کار لانے والے عیسائی مشنری عالمی چرچوں کی مادّی قوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اٹھارویں

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

صدی میں عیسائیت کا پرچار کرنے والی ایک عالمی تنظیم نے امدادی سرگرمیوں پر ۱۴۵ بلین ڈالر سالانہ کے حساب سے خرچ کئے اور ۴۱ ملین مشنری عیسائیت کی تبلیغ میں مصروفِ کار ہیں ۔ بڑی بڑی ۱۳ ہزار لائبریریاں کام کر رہی ہیں۔ ہر سال مختلف زبانوں میں ۲۲ ہزار پمفلٹ شائع کئے جاتے ہیں۔صرف ایک سال کے اندر کتابوں کے ۴ بلین نسخے تقسیم کئے گئے۔۱۸۰۰ ٹی وی چینل دنیا کے کونے کونے میں عیسائیت کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔کلیسا کی عیسائی تنظیمیں ۳ ملین کمپیوٹر استعمال کر رہی ہیں اور کمپیوٹر کے عیسائی ماہرین کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ ایک جدید قسم کا مسیحی لشکر ہے۔

۱۹۸۵ء میں ایشیا اور افریقہ میں مغربی عیسائی مشنریوں کی تعداد ۴ ملین تھی جبکہ مغرب میں ۳۵۰۰ عیسائی تنظیمیں تبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں۔ان تنظیموں میں کام کرنے والے مشنریوں کی تعداد ۳۵ ملین ہے اور مغرب اس مشن پر کثیر سرمایہ صرف کر رہا ہے۔انٹرنیشنل کرسچین انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار ڈیوڈ وارمن لکھتا ہے کہ

''عیسائی مشنریوں نے صرف سال ۱۹۷۰ کے دوران دنیا بھر میں ۷۰ بلین ڈالر خرچ کئے اور سال ۱۹۸۰ء کے دوران ۱۰۰ بلین ڈالر خرچ کئے گئے۔اس کے بعد سال ۱۹۸۵ء کے لئے ۱۲۷ بلین ڈالر مختص کئے گئے اور اس بڑھتی ہوئی امدادی سرگرمیوں کے پیش نظر اس فنڈ کی مقدار ۲۰۰ بلین ڈالر سے تجاوز کر جائے گی۔''

۱۹۹۹ء کے اَعداد وشمار کے مطابق عیسائیت کے بارے میں رپورٹ

عیسائی مشنوں کے اعداد وشمار	سال 1970ء	سال 1999ء	سال 2025ء
ارٹوڈکس فرقہ کی تعداد	47,520,000	74,500,000	110,000,000
پروٹسٹنٹ فرقہ کی تعداد	147,369,000	222,120,000	271,755,000
کیتھولک فرقہ کی تعداد	233,800,000	321,358,000	461,808,000
افریقہ میں عیسائیوں کی تعداد	671,441,000	1,040,018,000	1,376,282,000
سمندر پار مشنریوں کی تعداد	120,257,000	333,368,000	668,142,000
ملکی مشنریوں کی تعداد	240,000	415,000	550,000
چرچوں کے فنڈز کی مقدار	70 بلین ڈالر	1,489 بلین ڈالر	26 بلین ڈالر امریکی
عیسائیت پر لکھی جانے والی کتب	17,100	24,800	70,000
عیسائیت کے پرچار میں شائع ہونیوالے رسائل	23,000	33,700	100,000
شائع ہونے والی اناجیل کی تعداد	251 ملین	2,149,341,000	4,430,000,000
عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی چینل	1,230	3,770	10,000
دنیا بھر میں عیسائیت کے فروغ کے لئے بننے والے منصوبہ جات کی تعداد	510	1,340	3,000

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تذکارِ صحابہ کرامؓ

مولانا محمد سلیمان کیلانیؒ
مؤلف 'مرآۃ القرآن'

حضرت ابوذرؓ غفاری رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار تھا۔ آپ کی والدہ کا نام رملہ بنت وقیعہ غفاریہ تھا۔ بعض لوگوں نے آپکا نام بریر بھی لکھا ہے لیکن پہلا نام صحیح ہے، کنیت ابوذرؓ تھی۔

سکونت: میدانِ بدر کے قریب مدینہ منورہ کی راہ میں 'صفراء' نامی ایک بستی تھی، یہی بستی آپ کا مسکن تھا۔ آپ کے قبیلہ کی رہائش دو پہاڑوں کے درمیان تھی جن میں سے ایک پہاڑی کا نام مُسلَح تھا اور دوسری کا نام مُحزٰی..... آنحضرت ﷺ جب بدر کی طرف آ رہے تھے، ان پہاڑوں کے قریب پہنچے تو ان کا نام پوچھا۔ جب لوگوں نے ان کے نام بتائے تو آپؐ کو ان کے نام پسند نہ آئے۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: یہاں کون سے قبیلے آباد ہیں تو آپؐ کو بتایا گیا کہ یہاں دو قبیلے آباد ہیں، ایک کا نام نار (آگ) ہے اور دوسرے کا نام بنی حراق (جلنا) ہے۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: یہ کس قبیلہ کی شاخیں ہیں تو بتایا گیا کہ یہ بنو غفار کے قبیلے کے ہیں۔ پھر آپؐ نے اس راستے سے گزرنا مناسب نہ سمجھا اور 'صفراء' بستی کی دائیں جانب سے ہو کر گزر گئے۔

پیشہ: آپ کے خاندان کا پیشہ تو ڈاکہ زنی تھا لیکن آپ ابتدا ہی سے اس پیشہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور محنت مزدوری کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے۔ آپ ایامِ جاہلیت میں بھی عبادت گزار تھے۔ چونکہ آپ کا قبیلہ اس شاہراہ پر آباد تھا جو یمن سے لے کر شام تک چلی گئی تھی اور اسی شاہراہ پر عرب کے تمام تجارتی قافلے آیا جایا کرتے تھے لہٰذا جب آنحضرت ﷺ نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تو بہت جلد آپ کی خبر آنے جانے والوں کے ذریعہ بنو غفار میں پہنچ گئی۔

حلیہ: آپ کا قد لمبا تھا، نحیف و کمزور تھے۔ رنگ گندم گوں اور نقش تیکھے تھے۔ حضرت ابوذرؓ کا بھائی اُنیس مکہ مکرمہ آ رہا تھا۔ عمرو بن عبسہ آپ کے اَخیافی بھائی ہیں۔ آپ نے اُنیسے کہا: سنا ہے، ایک آدمی نے مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے، ذرا اس سے ملاقات کر کے پورے حالات کا پتہ کرتے آنا۔

جب آپ کا بھائی مکہ مکرمہ سے واپس پہنچا تو آپ نے دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ قریش میں سے محمّد (ﷺ) نامی ایک شخص اپنے آپ کو خدا کا رسول کہتا ہے۔ میں نے جب اس سے ملاقات کی

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تو اس نے کہا۔ خدا تعالیٰ کو ایک جانو، اس کا کوئی شریک نہیں، بتوں کی عبادت چھوڑ دو، کسی کو تکلیف نہ دو، برے کام نہ کرو اور خدا کی عبادت کرو اور خلق خدا کی خدمت کرو۔

آپ نے فرمایا: کچھ اس سے آگے بھی بتاؤ تو اس نے کہا: میں اس سے آگے کچھ نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے میرے دل کو مطمئن نہیں کیا۔ میں خود مکہ مکرمہ جا کر حالات دریافت کروں گا۔ چنانچہ کچھ زادِراہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف پورے قریش میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ چکی ہے۔ حالات اتنے نازک تھے کہ آپ کے متعلق کسی سے کچھ پوچھنا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ آپ نے کسی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور خانہ کعبہ میں آ کر بیٹھ رہے کہ شائد کوئی ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ خود بخود آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوجائے اور کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سارا دن گزر گیا لیکن مقصود کو نہ پہنچ سکے۔

چونکہ بنو ہاشم خانہ کعبہ کے متولی تھے اور اس وقت محمد ﷺ کے چچا ابوطالب اس منصب پر فائز تھے لہٰذا رات کو خانہ کعبہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے حضرت علیؓ سب سے پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مسافر بیٹھا ہے۔ اس سے پوچھا: تم مسافر ہو؟ ابوذرؓ نے کہا: ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ آپ حضرت علیؓ کے ساتھ چلے گئے۔ رات کو کھانا اور ٹھکانا دونوں مل گئے۔ صبح پھر خانہ کعبہ میں آ گئے۔ پھر سارا دن گزر گیا لیکن گوہر مراد ہاتھ نہ آیا۔ دوسری رات پھر حضرت علیؓ نے دیکھا کہ وہی مسافر آج بھی بیٹھا ہے۔ پوچھا کیا مسافر کو اپنی منزل نہ ملی؟ کہنے لگے: نہیں۔ وہ پھر ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور حسب سابق مہمان کا حق ادا کیا لیکن دونوں راتیں بالکل خاموشی سے گزریں۔ نہ تو حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو، کہاں سے اور کس کام سے آئے ہو اور نہ ہی حضرت ابوذرؓ نے ان سے کچھ کہا۔ تیسرے روز پھر خانہ کعبہ میں چلے آئے اور پھر سارا دن گزر گیا۔ تیسری رات حضرت علیؓ نے دیکھا کہ وہی مسافر بیٹھا ہے، کہنے لگے: کیا ابھی بھی منزل کا نشان نہیں ملا؟ کہنے لگے: نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: آؤ پھر میرے ساتھ چلو، چنانچہ وہ آپ ان کے پیچھے ہو لئے۔ راستہ میں حضرت علیؓ نے پوچھا: آپ کس مقصد کے لئے یہاں آئے ہیں؟ تو حضرت ابوذرؓ نے کہا: اگر راز داری کا وعدہ کرو تو عرض کروں۔ حضرت علیؓ نے کہا: وعدہ ہی سمجھو۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا: ''میں نے سنا تھا کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ان کا پتہ کرنے آیا ہوں، اگر آپ کچھ جانتے ہوں تو میری راہنمائی کریں''۔ حضرت علیؓ نے کہا: میں ان کو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں، آپ میرے ساتھ آجائیں، میں آپ کو ان کی خدمت میں پہنچا

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دوں گا۔

راستہ کی احتیاط

حضرت علیؓ نے کہا:

''نبی اکرم ﷺ اور ان کے متبعین آج بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں۔قریش کی دشمنی حد سے زیادہ بڑھ چکی ہے،تم نے بہت اچھا کیا جو کسی سے آنحضرت کے متعلق نہ پوچھا ورنہ لوگ تمہیں بھی پیٹ دیتے۔اب بھی ذرا احتیاط سے آنا۔تم میرے پیچھے اتنے فاصلہ پر آؤ کہ اگر کوئی رستہ میں مل جائے تو اسے یہ گمان نہ ہو کہ تم میرے پیچھے آ رہے ہو۔اگر رستہ صاف ہو تو خیر وگرنہ خدانخواستہ کوئی رستہ میں مل گیا تو میں اس طرح جوتا اُتار کر صاف کرنے لگوں گا جیسے کوئی کنکر وغیرہ جوتے میں آ گیا ہو اور اتنے میں تم سیدھے نکل جانا،میرے پاس نہ ٹھہرنا۔''

بارگاہِ نبوت میں حاضری

بالآخر اسی احتیاط سے چلتے ہوئے آپ بارگاہِ نبوت میں پہنچ گئے۔چہرۂ انور دیکھتے ہی فوراً بول اُٹھے: هذا الوجه ليس بكذاب (یہ مبارک چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا) پھر گفتگو شروع ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے اِسلام کی دعوت پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ''اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھو،وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں،اچھے کام کرو،نیکی پھیلاؤ،برائی سے بچو اور برائی سے لوگوں کو روکو''۔پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو تھوڑا سا قرآن سنایا۔اس کے بعد انہوں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا.....آپ پانچویں مسلمان تھے۔

آنحضرت ﷺ کی نصیحت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابوذرؓ!اس وقت اسلام بڑے سخت دور سے گزر رہا ہے۔مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیفیں دی جارہی ہیں۔ہماری تعداد اس وقت بہت تھوڑی ہے۔ہماری حمایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔کفار بدکردار کے دل میں جو آتا ہے،کر گزرتے ہیں اور جتنا کسی کو چاہتے ہیں،مارتے پیٹتے ہیں۔لہٰذا تم اپنے ایمان کو ظاہر نہ کرو۔اور چپ چاپ اپنے قبیلے میں چلے جاؤ۔وہاں جا کر اسلام کی تلقین کرو اور جو قرآن تم نے مجھ سے سیکھا ہے،یہ لوگوں کو سکھاؤ۔جب اسلام کا بول بالا ہوجائے، مسلمانوں کی تعداد بڑھ جائے،اس وقت میرے پاس چلے آنا۔''

ایمان کی حرارت

آپ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو سنا اور عرض کیا:حضور!میں یہاں سے چلا جاؤں گا،اپنے قبیلہ

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میں رہوں گا، اسلام کی تلقین کروں گا اور جب اسلام کا غلبہ ہوگا اس وقت حاضر خدمت ہوں گا لیکن آپ اپنے حکم میں تھوڑی سی تبدیلی کرلیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ خانہ کعبہ میں جاکر ایک دفعہ بلند آواز سے لوگوں کو قرآن سناؤں، اس کی اجازت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: مار کھاؤ گے، خاموش رہو۔ کہنے لگے: آج واقعی مار کھانے کو دل بے قرار ہے..... چنانچہ آپ نے اجازت دے دی۔

قریش کے مجمع میں قرآن کی آواز بلند ہوئی!

حضرت ابوذرؓ کا شانۂ نبوت سے نکل کر سیدھے خانہ کعبہ پہنچے۔ قریشی سردار اور نوجوان سبھی دارالندوہ میں بیٹھے تھے کہ یک لخت قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔ سانپ کی طرح بل کھا گئے اور خانہ کعبہ میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک نوجوان قرآن پڑھ رہا ہے، اس پر ٹوٹ پڑے۔ مار پیٹ کے نتیجہ میں لباس تار تار ہوا اور چہرہ گلنار۔ جسم کا بند بند درد سے چیخ اٹھا لیکن اس بندۂ مومن کی زبان اور لب قرآن کی تلاوت میں مصروف رہے۔ کہیں سے حضرت عباس بن عبدالمطّلب آ پہنچے تو ان کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کہ یہ تو بنو غفار کا آدمی ہے۔ یہ تمہارا تجارتی راستہ بند کردیں گے اور بھوکے مرجاؤ گے۔ بہرحال انہوں نے چھڑا دیا۔ بارگاہِ نبوت میں پہنچے، لباس اور جسم خون آلود اور دل ایمانی قوت سے بھرا ہوا تھا۔ لباس تار تار اور جسم داغدار تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: میں نے نہ کہا تھا کہ خاموشی سے نکل جاؤ۔ اب پتھر گرم کرکے جسم پر ٹکور کرو۔ عرض کیا ؎ ہر بن موزخم شدہ پنبہ کجا کجا نہم!

اور ساتھ ہی عرض کیا: یا حضرت ﷺ! ابھی دل کے ارمان پوری طرح نہیں نکلے، کل کے لئے پھر اجازت مرحمت فرمائیں۔ چنانچہ ان کا شوق دیکھ کر رسالت مآب نے پھر اجازت دے دی۔

دوسرا دن

کل کی نسبت آج کچھ ایمان سوا تھا۔ اسلام کی اس خار دار وادی میں قدم بے دھڑک اُٹھنے لگے۔ دل کا سوز اور زبان کا جوش دونوں اپنی جوانی پر تھے۔ کل کی مار خدا ہی جانے اس اسلام کے دیوانے کو کتنے مراحل طے کرا گئی تھی۔ آج سیدھے دارالندوہ ہی پہنچے۔ جہاں قریشی سرداروں اور نوجوانوں کا جمگھٹا رہتا تھا۔ جسم پر وہی کل والا خون آلود اور تار تار لباس تھا۔ جسم پر جگہ جگہ نئے نئے زخم لگے ہوئے تھے لیکن چال میں ایک وقار تھا اور گلے میں سوز..... قرآن کے الفاظ، لہجہ عربی اور دل ایمان سے معمور، فضا میں قرآن کی آواز بلند ہوئی اور وہ آواز جو مؤمنوں کے کانوں میں رس گھولتی تھی، کفار اشرار کے کانوں میں زہر گھول گئی۔ بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور فضا میں دو آوازیں برابر سنائی دیتی رہیں۔ ایک قرآن کی آواز اور دوسری مار پیٹ اور گالی گلوچ کی آواز۔ آج جسم پہلے کی نسبت خوب لہولہان ہوا تھا۔ دل کی حسرتیں پوری

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہوگئیں۔شادان وفرحاں قرآن پڑھتے گئے۔آج پھر حضرت عباسؓ کو پتہ چلا تو آپ دارالندوہ میں آئے۔ اُن کو چھڑایا اور قریش کو کہا: خدا تمہارا برا کرے، اگر تمہاری تجارت بند ہوگئی تو کتنے دن جیو گے۔اپنی شاہ رگ پر چھری نہ رکھا کرو۔ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارا جسم لہولہان تھا۔آج دل مطمئن تھا،طبیعت سیر ہوچکی تھی اور اس مار کے دوران خدا ہی بہتر جانے، آپ کو کتنے راز منکشف ہوئے۔

کفر اور ایمان کا مزاج

ذرا غور کرو...... کفر کتنا ڈرپوک اور بزدل ہے اور ایمان کتنا جری اور دلیر۔ یہ ایک ہی شخص کی زندگی کے دونمونے ہیں۔صرف ایک دن پہلے طبیعت پر کفار کا اتنا خوف مسلط ہے کہ کسی سے ڈر کے مارے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھتے تک نہیں۔مبادا کوئی تکلیف نہ پہنچے اور دوسرے دن جب مسلمان ہوگئے تو اتنی جرات پیدا ہوگئی کہ طبیعت بے اختیار ہونے لگی اور اس کا انجام؟ ......اس سے بالکل بے پرواہ ہوگئی۔

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

واپسی

رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں چند روز رہنے کے بعد اپنے قبیلے میں واپس آ گئے اور جو حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا،اس کی تعمیل میں دن رات کوشاں رہے۔تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ان کے قبیلے کے کئی آدمی مسلمان ہوکر بارگاہِ نبوت میں پہنچتے رہے اور اس ایمانی شان سے پہنچتے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بے اختیار دعا نکل جاتی: غَفَّارٌ غَفَرَ اللہ لَهَا (بنوغفار کو اللہ معاف کرے) لیکن وہ سراپا عشق و سرمستی خود پورے سترہ سال تک مہجوری کی بھٹی میں پڑے رہے اور خالص کندن بن کر دمکے اور جگمگائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: جب اسلام کا بول بالا ہوجائے، اس وقت میرے پاس آنا۔ پھر ابوذرؓ خندق کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔

ابوذرؓ کون تھے؟

رسول اللہ ﷺ نے آج سے تیرہ سال پہلے ان کے دل میں ایمان کا بیج بویا تھا، آج وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا، اس کے پھل پک کر تیار ہوچکے تھے...... ابوذرؓ کون تھے؟ اس بھری پُری دنیا میں ایک غریب الدیار، ایک مسافر جس کی نگاہوں میں دنیا کی بے ثباتی اور دل میں دنیا سے بے رغبتی کا ایک لازوال تصور تھا۔ وہ ابوذرؓ جس کے خاندان کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا، وہ آج دنیائے انسانیت کا تاجدار تھا۔

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

غریبوں، تنگدستوں، محتاجوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرنے والا، جو ہاتھ میں آئے غریبوں پر خرچ کر دینے والا اور دوسروں کے پاس جائز ذرائع سے پیدا شدہ حلال کی دولت بھی دیکھ کر ان سے اُلجھ جانے والا کہ اس دولت کو اپنے پاس رکھتے ہی کیوں ہو۔ اس کی ساری دولت کو غریبوں پر خرچ کر دو۔ تاکہ دنیا میں کوئی آدمی غریب نہ رہے ؎

سارے جہاں کا درد ہمارے ہی دل میں ہے!

سورج کی کرنیں

صحابہ کرامؓ کی ایک ہی جماعت میں آپ مختلف رنگ دیکھیں گے۔ کوئی نرم مزاج، کوئی سخت گیر، کوئی امیر، کوئی غریب، کوئی بڑا کوئی چھوٹا لیکن جس کو بھی جس رنگ میں دیکھو گے، بے مثال پاؤ گے۔ خالدؓ بن ولید کی سپہ سالاری بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ اور معزولی کے وقت سمعًا وّطاعة للأمیر (ہم نے امیر کا حکم سنا اور سرخم کر دیا) کہنا بھی مثالی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی دولت مندی بھی مثالی ہے لیکن مزاج کا فقر بھی اپنی مثال آپ ہے جن کو مصعب بن عمیرؓ اور حمزہؓ بن عبدالمطلب کی غریبی اور ناداری قابل رشک معلوم ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے سخت کلمہ نکل جانا اور پھر اس کی معافی مانگنا بھی یاد ہے۔ اور ابوبکرؓ کا باوجود مطالبے کے انتقام نہ لینا بھی تاریخ میں ہیرے کی طرح جگمگاتا رہے گا۔ بہرحال صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ ساری کیفیتیں رسول اللہ ﷺ کی تربیت ہی کا نتیجہ تھیں۔ کوئی کسی رنگ میں رنگا گیا اور کوئی کسی میں..... ابوذرؓ پر یہ رنگ چڑھا تھا ؎ ایک پہلو یہ بھی ہے اسلام کی تصویر کا!

ابوذرؓ کا مقام

حضرت ابوذرؓ جتنی دیر بعد آئے، اتنے ہی درست آئے۔ سارا گھر خدامِ نبوت میں شامل ہوگیا۔ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لگ گئے۔ بیوی اُمہات المومنینؓ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ صدقہ کے اونٹ کچھ جمع ہو چکے تھے۔ رسالت مآبؐ نے پوچھا: صدقہ کے اونٹ کون چرائے گا؟ حضرت ابوذرؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے نگاہ بھر کر دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ سترہ سال کی طویل جدائی کے بعد ملے ہو تو اب پھر جدا ہونے کو دل چاہ رہا ہے۔ عرض کیا: حضرت! میرا بیٹا اونٹ چرائے گا۔ اگر کاشانۂ نبوت کی گلہ بانی نصیب ہوجائے تو تاجِ خسرو سے سوا ہے۔ بہرحال ان کے بیٹے ذرؓ بمعہ اپنی بیوی لیلیٰ کے اونٹ لے کر چراگاہ میں آ گئے۔ یہ چراگاہ مدینہ منورہ کی مشہور چراگاہ غابۃ تھی جو کہ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف تین چار میل کے فاصلہ پر تھی۔ انہی اونٹوں میں خود رسول اللہ ﷺ کے ذاتی اونٹ بھی تھے۔ بلکہ آپؐ کی مشہور زمانہ اونٹنی عضباء بھی انہی میں تھی۔

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عیینہ بن حسن بن حذیفہ بن بدر کو پتہ چلا کہ مدینہ کی چراگاہ میں مسلمانوں کے بہت سے اونٹ چرتے ہیں اور رکھوالا صرف ایک آدمی ہے۔ وہ بنو غطفان کی ایک جماعت لے کر چراگاہ پر حملہ آور ہوا۔ چرواہے (ذرؓ) کو قتل کر دیا، اس کی بیوی لیلیٰ کو اٹھا لیا اور اونٹ ہانک کر لے گیا۔ چراگاہ سے نکلتے ہی سلمہؓ بن اکوع نے اسے دیکھ لیا کہ چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے جا رہا ہے۔ سلمہ بڑے بلند آواز تھے۔ ایک پہاڑی پر چڑھ کر بلند آواز سے مدینہ کی طرف منہ کر کے پکارا کہ جلدی آ جاؤ غطفانی حملہ کر کے اونٹ لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی آواز مدینہ کی پہاڑیوں سے ٹکرا کر گونجنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر لے کر تعاقب کیا۔ اونٹ چھڑا لئے اور غطفانیوں کا مالِ غنیمت لے آئے، لیلیٰؓ بھی واپس آ گئیں۔

مدینے پہنچ کر لیلیٰؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں [قید کے دوران] آپ کی اونٹنی عضباء پر سوار رہی ہوں، میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اونٹنی پر نجات دی تو میں اس کو خدا کی راہ میں ذبح کروں گی۔ اب کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تو نے اس کو بہت برا بدلہ دیا۔ وہ تو تجھے بچائے اور تو اس کو ذبح کر لے۔ اور پھر یہ بھی تو دیکھو، وہ میری اونٹنی ہے، تمہاری نہیں۔ اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننا کوئی حقیقت نہیں رکھتا.....!!

ملازمتِ نبویؐ

جنگِ خندق کے بعد حضرت ابوذرؓ تمام جنگوں میں ہم رکاب رہے۔ دن رات آپؐ کی صحبت میں رہتے۔ پھر ایک روز ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری ہونے لگی اور یہ جنگ تھی: غزوۂ تبوک جو کہ ۹ ہجری میں پیش آئی۔ اس جنگ کا پس منظر یہ تھا کہ ہرقل نے مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ سن لیا اور خوف زدہ ہو کر جنگ کی تیاری کرنے لگا کہ کہیں ہم پر مسلمان حملہ نہ کریں۔ ادھر آنحضرت ﷺ کو جب شاہِ روم کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپؐ نے بجائے اس کے کہ اس حملے کا انتظار کرتے، اس کے ملک میں اس کی مدافعت کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ دشمن کی فوج ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ اور وہ بھی تربیت یافتہ فوج۔ سفر نہایت دور دراز کا تھا۔ موسم انتہائی گرم تھا، باغوں کے پھل پکے ہوئے تھے۔ پچھلا ذخیرۂ خوراک ختم ہو چکا تھا اور سفر پر جانے سے آئندہ کا پھل ضائع ہو جانا یقینی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس لڑائی کا نام جیش العسرۃ (تنگدستی کا لشکر) پڑ گیا۔

ایسے موقع پر مؤمن مخلص ہی آنحضرت کے ہمرکاب نکل سکتے تھے۔ منافقوں سے اس کی کوئی توقع نہ تھی۔ منافقوں کی اکثریت تو مختلف بہانے بنا کر مدینہ منورہ سے نکل ہی نہ سکی اور کچھ منافق ساتھ نکلے۔ تاکہ یہ پتہ نہ چل جائے کہ سارے منافق ہی پیچھے رہ گئے ہیں لیکن راستہ سے واپس ہونے لگے۔ کوئی

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ایک منزل سے کوئی دو منزل سے لیکن مخلص مسلمانوں میں سے کوئی آدمی بھی پیچھے نہ رہا۔ ماسوائے ان تین آدمیوں کے جن کو خدا تعالیٰ کی مشیت نے ہی پیچھے رکھ لیا تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد تیس ہزار تھی۔

سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ کو روزانہ شام کو رپورٹ مل جاتی کہ اس منزل پر فلاں فلاں آدمی پیچھے رہ گیا ہے۔ تو آپؐ فرماتے: چھوڑ دو اس کو، اگر اس میں کوئی بھلائی ہے تو وہ تم سے آملے گا اور اگر منافق ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نجات بخشی۔

ابوذرؓ بھی پیچھے رہ گئے!

پھر ایک دن یہ رپورٹ پیش ہوئی کہ ابوذرؓ پیچھے رہ گیا ہے۔ (جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا اونٹ کمزور اور لاغر تھا، وہ تھک گیا تو آپ نے کچھ دیر ستانے کے لئے چھوڑ دیا لیکن دوسرے دن تک بھی سفر کے قابل نہ ہوا تو اسے جنگل ہی میں چھوڑ دیا اور پالان اور سامان سر پر اُٹھایا اور پیدل سفر کرتے ہوئے لشکر سے آملے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ بات کہی جو پہلے کہتے تھے۔ پھر ایک منزل پر آپؐ نے پڑاؤ کیا تو کسی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ! کچھ گرد اُڑتی نظر آرہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی آدمی آرہا ہے۔ آپؐ نے دعا فرمائی: یا اللہ! ابوذرؓ ہو۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! وہ ابوذرؓ ہی ہیں۔ تو زبانِ رسالت سے یہ اَلفاظ صادر ہوئے کہ ''اللہ ابوذرؓ پر رحم کرے۔ یہ خدا کی راہ میں اکیلا سفر کرتا ہے اور اکیلا ہی مرے گا، اور قیامت کو اکیلا ہی اٹھے گا'' اور پھر تاریخ نے ثابت کردیا کہ اس پیشین گوئی کا ایک ایک لفظ پورا ہوا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ان کی طبیعت کچھ ایسی مجروح ہوئی کہ مدینہ کی گلیاں اور بازار کاٹ کھانے کو دوڑتے۔ نبی ﷺ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز دیکھتے تو بے اختیار ہو کر روتے۔ اور اتنا روتے کہ بے حال ہوجاتے۔ آخر آپ کی بیوی اُمّ ذر اور دوسرے لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ آپ مدینہ منورہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جائیں چنانچہ آپ شام کے علاقہ میں چلے گئے۔

آپؓ کا مسلک اور اس میں پختگی

قرآنِ مجید میں ہے کہ ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیں: تمہاری ضروریات سے جو زائد ہو، وہ فی سبیل اللہ خرچ کردو) اسلام کے ابتدائی عہد میں چونکہ غربت زیادہ تھی، اس لئے حکم دیا گیا تھا کہ ضروری اخراجات کے بعد باقی جو بچے

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وہ غریبوں کو دے دیا کرو لیکن بعد میں جب فراخی و رفاہیت کا زمانہ آیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض کردی اور باقی اُنتالیس حصے صاحبِ مال کو اللہ تعالیٰ نے دے دیئے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے اور باقی مال اپنے تصرف میں لاتے لیکن حضرت ابوذرؓ اپنے اسی پرانے مسلک پر سختی سے کاربند رہے اور جب دوسروں کو مسئلہ بتاتے تو بھی یہی کہتے کہ جو ضرورت سے بچ رہے، وہ خدا کی راہ میں دے دو۔ اس بارے میں وہ اپنے سے بڑے صحابہ کی مخالفت کی بھی پرواہ نہ کرتے نہ ہی فتویٰ اور تقویٰ کا فرق ملحوظ رکھتے۔ حالانکہ فتویٰ اور چیز ہے اور تقویٰ اور چیز ہے!

حضرت ابوذر غفاریؓ اَجلہ صحابہ کرام سے ہیں۔ بڑے عابد، زاہد، اور شب زندہ دار تھے۔ پوری اُمت کے علاوہ صحابہ کرامؓ بھی ان کا احترام ملحوظ رکھتے اور ان کے مسلک کو لازمی نہ سمجھتے ہوئے بھی ان سے اُلجھنا پسند نہ کرتے۔

شام سے واپسی

شام سے واپس آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ، امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔ امیر معاویہؓ ان دنوں حضرت عثمانؓ کی طرف سے شام کے گورنر تھے۔ آپ کے پاس حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی تشریف فرما تھے۔ ان دنوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات ہوئی تھی اور انہوں نے جتنی دولت اپنے ترکہ میں چھوڑی تھی، اس کا ہر جگہ چرچا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے حضرت ابوذر غفاریؓ کی موجودگی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی دولت کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ ''بتاؤ، تمہارے خیال میں جو عبدالرحمٰن نے اتنی دولت جمع کر رکھی تھی، یہ صحیح ہے یا غلط، جائز تھی یا ناجائز؟'' حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا اگر حضرت عبدالرحمٰن اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر رہے ہوں تو پھر آخر کیا حرج ہے، ٹھیک ہے۔ یہ جواب چونکہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے مسلک کے خلاف تھا، لہٰذا آپ اپنا عصا اُٹھا کر ان کو مارنے کے لئے دوڑے۔ امیر معاویہؓ نے بیچ بچاؤ کر کے ان کو بچا لیا۔ اور پھر حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ جو کچھ آپ نے کیا صحیح نہیں تھا اور جو آپ نے ایک نظریہ قائم کر لیا ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس معاملہ میں آپ دیگر صحابہ کرامؓ سے اتفاق کریں اور پھر یہ بھی سوچیں: اگر ساری دولت ہی دینا درست ہو تو زکوٰۃ اور زکوٰۃ کے تمام مسائل تو محض بے فائدہ ہوگئے۔ اس مسئلہ میں چونکہ امیر معاویہؓ سے اختلاف ہوگیا اور پھر یہ اختلاف بڑھتا گیا، بالآخر حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ جب تک تم شام میں ہو، خدا کی قسم میں شام میں نہیں رہوں گا۔

امیر معاویہؓ نے ساری کیفیت حضرت عثمانؓ کو لکھ کر بھیج دی۔ آپ نے ہدایت بھیجی کہ ابوذرؓ سے بالکل نہ اُلجھو۔ وہ ایک متقی بزرگ ہیں، ان کے احترام کو ملحوظ رکھو۔ لیکن چونکہ وہ قسم اٹھا چکے ہیں کہ جب

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

تک تم یہاں ہو میں شام میں نہیں رہوں گا، لہٰذا ان کو میرے پاس مدینہ منورہ بھیج دو۔

حضرت عثمانؓ کا خط سن کر حضرت ابوذرؓ مدینہ واپس آ گئے۔ لیکن طبیعت میں وہی سادگی رہی۔ مدینہ منورہ میں بھی اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے، ہم آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں اور آپ کو اپنے لئے ایک مسلک منتخب کر لینے پر بھی حق بجانب سمجھتے ہیں لیکن جہاں تک اس مسئلہ کا عوام سے تعلق ہے، آپ کا دوسروں کو مجبور کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی آپ کو اس رائے کی تبلیغ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

امیر المومنین کا نظریہ سمجھ کر حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے مدینہ سے باہر کسی جگہ سکونت کرنے کی اجازت دے دیں جہاں عوام مجھ سے نہ مل سکیں اور نہ میں ان کو تبلیغ کرسکوں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا کہ آپ 'ربذہ' چلے جائیں۔ ربذہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ تھی جہاں بالکل معمولی سی آبادی تھی لیکن اس زمانہ میں وہ بالکل بے آباد ہوچکی تھی۔

۳۱ یا ۳۲ ہجری میں حضرت ابوذرؓ مقامِ ربذہ میں بیمار پڑ گئے اور بیماری زیادہ بڑھ گئی تو پاس چونکہ ایک غلام اور ایک بیوی تھی۔ ان کو فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر خدانخواستہ ان کی وفات ہوگئی تو ان کے کفن دفن کا بندوبست کیسے ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اس بات کو بھانپ لیا، کہنے لگے: جب میری موت ہوجائے تو میرے جنازہ کو رستے پر رکھ دینا۔ مسلمانوں کا ایک قافلہ آئے گا، انہیں کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوذرؓ کا یہ جنازہ پڑا ہے، اسے دفن کرتے جاؤ۔

چنانچہ آپ کی وفات ہوگئی۔ بیوی اور غلام نے مل کر غسل دیا اور کفن دے کر جنازہ راستے پر لا رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عراقیوں کی جماعت کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لئے تشریف لا رہے تھے تو انہوں نے ایک عورت کو راہ پر کھڑے دیکھا تو پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا: اُمّ ذر۔ آپ نے پوچھا: ابوذرؓ کہا ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ ان کا جنازہ پڑا ہے، اسے دفن کرتے جاؤ۔ عبداللہ بن مسعودؓ دھاڑیں مار مار کر روئے اور جنازہ پڑھ کر اُن کو دفن کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشگوئی بتائی کہ ابوذرؓ تو خدا کی راہ میں اکیلا سفر کرتا ہے۔ اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ رضی اللہ عنہ ورضاہ ؏

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مصادر: یہ مضمون بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، تقریب، اکمال، تہذیب اور اخبار سے اَخذ کیا گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com, www.mohaddis.com